امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- حکایات اہل دل
- اسلامی نظام خاندان کے امتیازات
- والدین اور اساتذہ سے بچوں کا باہمی رشتہ
- عیسوی کلینڈر کا نیا ماہ وسال
- ایوان میں بحث کے بغیر.....
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۲۹ر جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۳ر جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 01

کھیں دیر نہ ہو جائے

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی

ذاتی اور شخصی کمزوریوں میں ایک بڑی کمزوری کام میں تاخیر کی ہے، ٹال مٹول اور وقت پر کام کر گزرنے کا مزاج اصلاً ختم ہوتا جارہا ہے، دفاتر خواہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری ان میں دیر سے حاضر ہونا ایک فیشن سا ہو گیا ہے، سرکاری دفاتر میں یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی ہے، پٹنہ میں بعض سرکاری دفاتر کے کارکنان کا نعرہ ہے، ''بارہ بجے لیٹ نہیں اور تین بجے کے بعد بھینٹ نہیں'' کم کارکنان ہیں جو اس اصول سے اپنے کو الگ رکھتے ہیں، غیر سرکاری دفاتر میں چوں کہ داروگیر کا مزاج ہے اور سب کچھ دفتر کے سربراہ اور باس کے رحم وکرم پر ہوتا ہے، اس لیے ہٹا دیے جانے اور تنخواہ کٹ جانے کے ڈر سے یہاں تاخیر کا تناسب کم ہوتا ہے، دفتر کے ذمہ داروں نے اس کا حل یہ نکالا کہ حاضری کے لیے مشین کا استعمال کرایا جائے، بھائیوں نے اس کا حل بھی ڈھونڈ نکالا اور انگوٹھا لگا کر چلتے رہنے کا چلن عام سا ہو گیا، بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تاخیر انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور غیر شریفانہ عمل ہے، مہینے بھر میں ایک دو دن تاخیر ہو سکتی ہے، لیکن اس کو معمول بنا لینا غیر شرعی بھی ہے اور غیر اخلاقی بھی۔ اعذار بہت سارے بیان کیے جاسکتے ہیں، اور لوگ کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن عذر کی پیشی تاخیر سے کام کو انجام دینے اور دفتر میں حاضری کا بدل کسی طور پر نہیں ہے۔ اس لیے اس عادت کو جس قدر جلد ہو ترک کرنا چاہیے، تاخیر کیوں ہوتی ہے؟ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہم کام کے سلسلہ میں سنجیدہ نہیں ہوتے، ہر وقت ذہن ودماغ میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ اچھا کر لیں گے نا، ابھی بہت وقت ہے، دفتر چلے جائیں گے نا، بعض لوگ پندرہ پندرہ منٹ پر یاد دہانی کے لیے الارم لگا کر رکھتے ہیں، وقت نکلتا جاتا ہے اور الارم کے بار بار یاد دہانی کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، انہیں عین وقت پر کوئی کام یاد آجاتا ہے، بعض لوگ ''گھور پیٹھے'' کے عادی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو دفتر سے نکلنے کے بعد گھر کا کوئی کام یاد آجاتا ہے اور تھوڑی دور چل کر وہ گھر کی طرف چل پڑتے ہیں، ظاہر ہے ایسے میں تاخیر ہونی ہی ہے، اب اگر پوچھیے کہ لیٹ کیوں آتے ہو تو چل کر کہیں گے کہ ''میں دیر کرتا نہیں دیر ہو جاتی ہے''۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس پروجکٹ اور منصوبے پر ہم کام کر رہے ہوتے ہیں اور اسے وقت پر مکمل کر کے کمپنی یا ادارے کے حوالہ کرنا ہے، تاخیر کی عادت کی وجہ سے ہمارے اوپر یہ خوف طاری ہوتا ہے کہ شاید ہم اس کام کو وقت پر مکمل نہیں کر سکیں گے، اس سوچ سے نفسیاتی طور پر ہمارے کام کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور واقعۃً ہم اس کام کو وقت پر پورا نہیں کر پاتے، اگر ہم پوری ایمانداری کے ساتھ اس منصوبہ پر وقت کی پابندی کے ساتھ کام کرتے تو کام وقت پر مکمل ہو جاتا اور ہمیں اپنے سے بڑے ذمہ دار کی جھڑکیاں نہیں سننی پڑتیں۔

ٹالنا ایک عادت ہے، اس عادت کی وجہ سے ہی تاخیر ہوتی ہے، بڑوں نے کہا ہے کہ ''آج کا کام کل پر نہ ڈال، جو کل کرنا ہے اسے آج کر اور جو آج کرنا ہے اسے ابھی کر ڈال''، جو لوگ ٹال مٹول کرتے ہیں ان کی قوت ارادی کمزور ہوتی ہے، وہ بعد میں کر لیں گے کا ورد تو کرتے رہتے ہیں، لیکن وہ ''بعد'' کبھی نہیں آپاتا، جس میں وہ اس کام کے کر گزرنے پر قادر ہو جائیں، کیوں کہ ایسے لوگوں کا ذہن آرام طلب ہوتا ہے وہ جسمانی آرام کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یہ آرام طلبی انہیں سست اور کاہل بنا دیتی ہے، اس سے وقتی آرام تو مل جاتا ہے، لیکن نتیجہ کے اعتبار سے بعد میں یہ تکلیف دہ ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان کبھی تو اس شخص کو اور کبھی جس ادارے اور تنظیم سے وہ جُڑا ہوا ہے اس کو اٹھانا پڑتا ہے۔

نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ٹالنے اور تاخیر کا بنیادی سبب ہمارا دماغ ہے، ہم جب جذبات میں ہوتے ہیں تو دماغ کا وہ حصہ سرگرم عمل ہوتا ہے جسے طبی زبان میں ''لمبک سسٹم'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، دماغ کا ایک دوسرا حصہ پری فنٹل کارٹکس کہلاتا ہے، یہ حصہ منصوبہ بنانے، مقاصد تک پہونچنے اور فیصلہ لینے میں ہماری مدد کرتا ہے، دماغ کے ان دونوں حصوں میں جب کھینچ تان اور کشمکش شروع ہوتی ہے اور پری منفل کارٹکس اس کشاکش میں مغلوب ہو جاتا ہے اور لمبک سسٹم غالب آجاتا ہے تو ہمارے اندر لیٹ لطیفی آجاتی ہے اور ہم ٹال مٹول اور تاخیر کی گاڑی پر سواری کرنے لگتے ہیں، اس کی وجہ سے تاخیر تو ہوتی ہے، انسان ذہنی تناؤ کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ ''گاڑی اسٹیشن کے قریب والے کی چھوٹتی ہے'' کیوں کہ ذہنی طور پر آدمی سوچتا ہے کہ تو بغل میں اسٹیشن ہے دس منٹ بھی تو جانے میں نہیں لگیں گے، پھر جب ٹرین ٹائم کو آدھا گھنٹہ رہتا ہے تو دماغ میں یہ بات گردش کرتی رہتی ہے کہ ابھی بہت وقت ہے، جب پندرہ منٹ بچ گئے تو بھی فکر نہیں ہوتی ہے جب پانچ منٹ بچ جاتے ہیں تو بھاگم بھاگ ٹرین پکڑنے کی فکر ہوتی ہے اور اب ذہن پر سوال ہوتا ہے کہ کس طرح جلد اسٹیشن پہونچیں اور پھر دماغ فیصلہ کر دیتا ہے کہ ٹرین آگئی اب تو پکڑا ہی نہیں سکتی اس طرح ٹرین تو چلی جاتی ہے اور وہ خود اپنی تاخیر کی وجہ سے منہ دیکھتا رہ جاتا ہے، اب جہاں جانا تھا اس کے لیے بہانے ڈھونڈنے میں ذہنی توانائی صرف ہوتی ہے، توانائی کام کو آگے بڑھانے میں لگنی تھی، وہ بہانے ڈھونڈھنے میں برباد ہوتی رہتی ہے۔

ٹالنے اور تاخیر کے کئی وجوہات ہوا کرتے ہیں، بعض لوگ کام کو اس لیے ٹالتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی اس کام کے کرنے کا وقت ہی نہیں آیا، بعد میں کر لیا جائے گا۔ بعض لوگوں کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ میرے ذمہ جو کام کیا گیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے لیے کافی وقت چاہیے، ابھی میرے پاس اتنا وقت ہے ہی نہیں۔ بعضوں میں خوف کی نفسیات اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اسے لگتا ہے کہ ہم اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لیے وہ کام کو کل پر ٹالتے رہنے میں عافیت محسوس کرتا ہے، بعضوں میں قوت فیصلہ کی کمی ہوتی ہے، وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ مجھے یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں، بعض لوگ کام کو ٹال کر آخر وقت میں بھاگ دوڑ اور جلد بازی کا مزہ لینا چاہتے ہیں۔

ٹال مٹول اور تاخیر کا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا اعتماد آپ کی صلاحیت سے ختم ہو جاتا ہے، وہ آپ کو کاہل ناکارہ اور از کار رفتہ سمجھ کر آپ کے ذمہ کام دینا بند کر دیتے ہیں، ایسے میں آپ کا وقت برباد ہوتا ہے اور آپ بغیر کسی مطلب کے اپنے کو مشغول دکھنا چاہتے ہیں، انگریزی میں اس صورت حال کو بزی فار نتھنگ (Busy for nothing) سے تعبیر کرتے ہیں، اگر آپ کو وقت پر کام کرنے کی عادت نہیں ہے تو آپ ہمیشہ بھاگتے نظر آئیں گے، کام کا خیال آپ پر غالب آئے گا، لیکن تاخیر کی وجہ سے خوف کی نفسیات آپ پر غالب آجائے گی اور آپ کسی کام کو اپنے ہاتھ میں لینے سے گھبرائیں گے اور ٹالنے کے لیے سینکڑوں بہانے خود سے تخلیق کر ڈالیں گے، طویل عرصہ تک اگر آپ ایسا کرتے رہے تو آپ کی ہمت پست ہو جائے گی اور دھیرے دھیرے آپ کی توانائی اور کام کرنے کی صلاحیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تناؤ، فکر، اور قوت ارادی میں کمی آپ کی زندگی کا مقدر ہو جائے گی۔

ٹال مٹول اور کاہلی کو عام طور سے لوگ ایک ہی سمجھتے ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، ٹال مٹول میں آپ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مشغول ہو جاتے ہیں، جب کہ کاہلی اور سستی میں ایسا نہیں ہوتا، سستی میں آدمی کسی کام کے کرنے سے گھبراتا ہے، وہ کام کو ٹالتا نہیں، بلکہ اس میں کام کرنے کی خواہش ہی نہیں ہوتی، مقصد ٹالنا نہیں کام سے گریز کرنا ہوتا ہے۔

ٹال مٹول کی بُری عادت کا خاتمہ ایک دن میں نہیں ہو سکتا، خصوصاً اس شکل میں جب ٹال مٹول اور تاخیر اس لت میں مبتلا شخص کے نزدیک معیوب بھی نہ ہو، ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے مرحلہ میں اس بات کو مانے کہ اس کے اندر ٹال مٹول کی بُری عادت موجود ہے، اس اقرار کے بعد جب بھی تاخیر سے کام کرنے یا ٹالنے کا خیال آئے، فوراً سر کو جھٹکے اور خود کلامی کے انداز میں کہے کہ مجھے اس کام کو ابھی کر لینا چاہیے کیوں کہ یہ کام بہت اہم ہے، پھر مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اس کام کو شروع کر دے، وقت کا انتظار نہ کرے، اس لیے کہ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا، اگر آپ کا دماغ کہے کہ اسے اچھے سے کرنا ہے، اعلیٰ درجہ پر لے جانا ہے تو سمجھئے کہ ابھی ٹالنے کی عادت آپ سے رخصت نہیں ہوئی ہے، ایسے موقع سے آپ سوچیے کہ کام نہ ہونے سے بہتر ہے کہ کچھ ہو جائے، آپ کی یہ سوچ آپ کو کام کے لیے تیار کرے گی اور ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو اچھے انداز میں بھی کر گذریں۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اخلاقی بیماری

''کبھی کسی کو دُکھ مت دو، کیوں کہ معافی مانگ لینے پر بھی دل میں درد باقی رہتا ہے، جس طرح دیوار سے کیل نکالنے پر سوراخ باقی رہتا ہے ☆ زندگی کی ہر صبح کچھ خواہشیں لے کر آتی ہے اور زندگی کی ہر شام کچھ تجربے دے کر جاتی ہے ☆ دیواروں کے کان ہوں یا نہ ہوں، فرشتوں کے پاس قلم ضرور ہوتا ہے ☆ جب اللہ کی محبت دل میں گھر کر جائے تو وضو کا پانی ٹھنڈا نہیں لگتا ☆ ''جھوٹ'' اس لیے بک جاتا ہے کیوں کہ ''سچ'' مال تجارت نہیں ہوتا۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''بات شہریت ترمیمی قانون کی ہو یا تین طلاق کے خلاف قانون سازی کی یا بغیر محرم کے حج کی اجازت کا معاملہ، یہ تمام اقدامات متنازعہ اس لیے ہیں کہ ان کو بناتے وقت حکومت نے متعلقہ فریقین سے کوئی صلاح ومشورہ نہیں کیا، جمہوری نظام میں کوئی بھی حکومت محض پارلیامنٹ میں اپنی اکثریت کے بل پر قانون سازی نہیں کر سکتی، بلکہ اس کے لیے رائے عامہ کو اپنے ساتھ لینا ضروری ہوتا ہے۔''

(معصوم مرادآبادی۔ انقلاب ۲۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خوشدلی سے قرض دیجئے

''کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا زیادہ کر کے واپس کرے اور اللہ ہی تنگی بھی کرتا ہے اور فراخی بھی اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (سورۂ بقرہ:۲۴۵)

مطلب: پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا اعلیٰ درجہ کی نیکی اور اجر وثواب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ انسانی عظمت وشرافت کا تقاضہ بھی ہے، اللہ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ قرض دے کر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے، اس کے عوض کوئی بدلہ نہ چاہے اور نہ ہی قرض کی واپسی کے لیے بلاوجہ تنگ کرے، گویا قرض دینے والے اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اس کے بندوں کو قرض دیا ہے، اللہ اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں گے؛ کیوں کہ احادیث میں قرض دینے کو صدقہ کا قائم مقام، اجر وثواب کا کام بتایا گیا ہے، طبرانی کی ایک روایت میں فرمایا گیا کہ ''کل قرض حسنة'' گویا قرض دینے والے کو خوش دلی سے قرض دینا چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ قرض دینے والے کے مال میں اللہ برکتیں عطا فرماتے ہیں اور صحت وتندرستی کی نعمت سے نواز دیتے ہیں، لیکن ہاں قرض لینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر کے وقت مقررہ پر قرض کی ادائیگی کر دے اور بلا وجہ ٹال مٹول سے کام نہ کرے، اس سے نہ صرف تعلقات خراب ہوتے ہیں، بلکہ بسا اوقات ذلت ورسوائی بھی ہوتی ہے اور کئی طرح کے گناہ بھی لازم آتے ہیں، وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا اور کبھی قرض کے سبب قسم کھانے کی نوبت تک آجاتی ہے کہ کل ادا کر دوں گا اور وقت پر ادا نہ کر سکا، اس طرح کے بہت سے حالات کا سامان قرض خواہ کو کرنا پڑتا ہے، اس لیے بلا ضرورت قرض لینے سے گریز کرنا چاہئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وبیشتر قرض کے بوجھ اور گناہ سے پناہ مانگا کرتے تھے، میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ قرض کے بوجھ سے پناہ کیوں مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قرض لیتا ہے، وہ بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا، اس حدیث کی روشنی میں اپنے اردگرد کے حالات کا جائزہ لیجئے، یہی ہماری عبرت کے لیے کافی ہے، قرض لینے کے سبب کتنے باعزت شرفاء ذلیل ہوگئے، کتنے ہرے بھرے گھر ویران ہوگئے اور یہ سب کچھ کسی حقیقی ضرورت کے تحت نہیں، بلکہ جھوٹی شان وشوکت، بے لگام خواہش اور آن بان دکھانے کے لیے بلا ضرورت لینے کی بدولت ہوا، اس لیے آرزوؤں اور تمناؤں پر لگام لگائیے، ورنہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سکون قلب سے محروم ہو جائیں گے، اسی طرح اگر آپ کسی کو قرض دیتے ہیں تو وصول کرنے میں ذرا نرمی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کیجئے، اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ اس کے اندر ادائیگی کی وسعت وصلاحیت نہیں ہے تو قرض دار کا پورا یا کچھ قرض معاف کر دینا افضل اور کار ثواب ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کے فیصلے کے وقت فرمایا، جب اس قبیلہ کے کچھ افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ہماری جلاوطنی کا حکم صادر فرما دیا ہے، حالانکہ لوگوں پر ہمارا ادھار باقی ہے، جس کی واپسی کا وقت ابھی پورا نہیں ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''ضعوا وتعجلوا'' قرض کا کچھ حصہ معاف کر دو اور اس کے عوض وقت سے پہلے ادھار واپس لے کر معاملہ صاف کر لو۔ معلوم ہوا کہ سماجی زندگی میں خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کے لیے باہمی رضامندی ورغبت سے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل نہیں

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عیب کو تو اپنے اندر پاتا ہے اور تجھے اس کا علم ہے تو تجھے اپنے نفس کے عیب کا علم ہونا دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے روک دے اور فرمایا کہ جو کام خود کرتا ہو، اس کام کے دوسروں کے کرنے پر اظہار ناراضگی نہ کرو اور تیرے عیب کے لیے یہی بات کافی ہے کہ تو اپنے نفس کے عیب سے ناواقف ہو اور لوگوں کے عیب سے واقف ہو اور خود کرے تو تجھے اپنے اوپر غصہ نہ آئے اور لوگ کریں تو تجھے اس پر غصہ آئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل نہیں اور ممنوع چیزوں سے روکنے سے بڑھ کر کوئی پرہیزگاری نہیں اور حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی حسب نہیں'' (کنز العمال:۱۹۸۹/۳)

وضاحت: اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی کہ پہلے ہر انسان کو اپنے اندر کی کمی وکوتاہی کو دور کرنا چاہئے، پھر دوسروں کو اس کی نصیحت کرنی چاہئے، اگر ہر انسان اپنے دامن پر لگے داغ دھبے کو مٹائے پھر اس کے بعد دوسروں کو اس کی تلقین کرے تو اس کی باتوں میں وزن پیدا ہوگا اور اگر انسان خود گناہوں کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو اور دوسروں کو نصیحت کرتا پھرے تو اس کی باتیں بے وزن ہوں گی؛ کیوں کہ سننے والے کہیں گے کہ خود تو اس مرض میں مبتلا ہے اور ہمیں اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں کو نصیحت کرنا ہے اور سب سے مشکل کام نصیحت قبول کرنا ہے، آج ہماری باتیں بے اثر کیوں ہو رہی ہے، وجہ اس کی یہی ہے کہ ہمارے قول اور فعل میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے، اس لیے سب سے پہلے اپنے دل کے چور کو پکڑئے اور اپنے اندر کی کمزوری وکوتاہی کو دور کیجئے؛ تاکہ ہمارا کردار وعمل ہمارے قول وفعل کا آئینہ دار ہو؛ کیوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوسروں کے عیوب کے بارے میں ہم سے باز پرس نہیں کریں گے، بلکہ ہم سے ہمارے عیوب کے بارے میں سوال کریں گے اور ہم اللہ کے یہاں جوابدہ ہوں گے، ہاں اگر سماج سے کسی سماجی برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش چل رہی ہو تو پہلے خود اس برائی کو اپنے اندر سے ختم کریں پھر لوگوں کو سمجھانے کے لیے اچھے سے اچھا انداز اور اسلوب اختیار کریں، اس میں کسی خاص آدمی کو نشانہ نہ بنائیں اور نہ ہی صرف اس کو مخاطب کریں، اللہ کے رسول کو جب کوئی بات معلوم ہوتی تو فرماتے ''مابال أقوام'' یا ''مابال الناس'' لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں، سمجھنے والا سمجھ جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ہی کہہ رہے ہیں، لوگ فوراً متنبہ ہو جاتے اور اپنی کمزوری کو دور کرتے۔ مذکورہ حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت ابوذر کے سینے پر رکھا اور فرمایا کہ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل نہیں ہے، یعنی سب سے بڑا عقل مند وہ آدمی ہے جو ہر کام کے انجام کو سوچ کر قدم اٹھائے، نتیجہ پر غور کرتے ہوئے کام کرنے سے انجام بہتر ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی پرہیزگاری یہ ہے کہ آدمی ممنوع اور گناہ کی چیزوں سے رک جائے اور اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے، ان سے بچو، تم عبادت گذار بن جاؤ گے، یہ حرام چیزیں خواہ لقمہ سے تعلق رکھتی ہوں یا حقوق وفرائض سے تعلق رکھتی ہوں، ان سب سے بچو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کی طرف سے نماز اور روزہ کا فدیہ

س: میرے والد لمبی علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے، اس درمیان ان کے رمضان کے روزے اور بہت ساری نمازیں فوت ہو گئیں، ان کی ادائیگی کی شکل کیا ہوگی، کیا ہم لوگ ان کی قضا نمازیں ادا کر سکتے ہیں اور روزہ رکھ سکتے ہیں، والد صاحب نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی۔

ج: کوئی آدمی دوسرے کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ نہ تو قضا نمازیں ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی روزہ: ''ولو صام ولیہ عنہ أو صلی لایصح لحدیث لایصوم أحد عن أحد ولایصلی أحد عن أحد'' (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۷۵)

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے مرحوم والد کی طرف سے نہ تو روزہ رکھ سکتے ہیں اور نہ نماز ادا کر سکتے ہیں، البتہ فوت شدہ نماز اور روزہ کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں، فدیہ وہی ہے جو صدقہ فطر میں ادا کیا جاتا ہے، یعنی نصف صاع (تقریباً پونے دو کلو) گندم یا آٹا یا اس کی قیمت، یا ایک صاع کھجور یا کشمش یا جو وغیرہ، ایک روزہ کا ایک فدیہ، اسی طرح ایک نماز کا ایک فدیہ ہوتا ہے، دن اور رات میں وتر لے کر چھ نمازیں ہیں اس لئے فدیہ کی تعداد چھ ہوں گی، جتنے دنوں کی نمازیں اور روزے فوت ہوئے ہیں، سب کا حساب لگا کر فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

والد صاحب نے اگر فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہوتی تو ان کے ترکہ کے ایک تہائی مال سے فدیہ ادا کرنا لازم ہوتا لیکن چونکہ انہوں نے وصیت نہیں کی ہے اس لئے لازم نہیں ہے، البتہ مرحوم کے ورثا سب کے سب بالغ ہوں اور باہمی رضامندی سے ان کی متروکہ جائداد سے یا کوئی وارث اپنے مال سے فدیہ ادا کر دے تو مرحوم پر بڑا احسان ہوگا اور امید ہے کہ مرحوم آخرت کی باز پرس سے بچ جائیں: ''عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات وعلیہ صیام شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا'' (الترمذی: ۱۵۲/۱) ''ولو مات وعلیہ صلوات فائتة واوصیٰ بالکفارة یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرہ، وکذا حکم الوتر والصوم، وانما یعطی من ثلث مالہ'' (الدر المختار) ''قولہ: (یعطی)..... فیلزمہ ذالک من الثلث ان أوصیٰ، والا فلا یلزم الولی ذالک لانھا عبادة فلابد فیھا من الاختیار، فاذا لم یوص فات الشرط فیسقط فی حق أحکام الدنیا للتعذر..... واما اذا لم یوص فتطوع بھا الوارث فقد قال محمد فی الزیادات أنہ یجزیہ ان شاء اللہ تعالیٰ'' (رد المحتار: ۵۳۲/۲-۵۳۳)

واضح رہے کہ جب تک ہوش وحواس سلامت ہے، نماز ادا کرنا فرض ہے، خواہ بیٹھ کر ہو یا لیٹ کر اشارہ سے، نمازیں اس لئے چھوڑ دینا کہ اس کا فدیہ ادا کر دوں گا، قطعاً جائز نہیں ہے، بلکہ نماز چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے اور نماز فوت ہونے کی صورت میں ہر حال میں اس کو قضا بھی کرنی ہے اور توبہ بھی، اگر کوشش کے باوجود قضا نہ کر سکا تو اس صورت میں فدیہ دیا جاتا ہے۔

مفقود الحواس خاتون کی نماز کا فدیہ

س: ایک خاتون جس کی عمر ۹۰ سال ہے، نماز کی پابند تھی، لیکن پیرانہ سالی کی وجہ سے اب اس کی یادداشت ختم ہے، پہچان بھی نہیں پا رہی ہے اور نماز میں کیا پڑھیں گے، کیسے پڑھیں گے اس کا بھی خیال اور ہوش وحواس نہیں رہتا ہے، یہ سلسلہ تقریباً ایک سال سے ہے تو کیا ان نمازوں کی قضا یا فدیہ لازم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ مذکورہ خاتون کا ہوش وحواس سلامت نہیں ہے تو ایسی صورت میں نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہے، نہ تو اس کی قضا ہے اور نہ فدیہ: ''عن ابراھیم قال کان یقول فی المغمیٰ علیہ: اذا اغمی علیہ یوم ولیلة اعاد، واذا کان اکثر من ذالک لم یعد'' (المصنف لابن ابی شیبہ: ۷۱/۱)

ومن جن أو اغمی علیہ..... یوما ولیلة قضی الخمس وان زاد وقت صلاة سادسة لا، للحرج'' (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۵۷۳/۲)

نماز کے اول وقت میں انتقال کر جائے تو اس نماز کا فدیہ:

س: ایک شخص مغرب کی نماز پڑھا، گھر آنے کے بعد سینہ میں درد شروع ہوا، ڈاکٹر کے پاس لیجا کر علاج کرایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا اور انتقال کر گیا، عشا کی نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا، اب سوال یہ ہے کہ کیا عشا کی نماز کی قضا یا فدیہ لازم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور نے نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد نماز ادا نہیں کی، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا، تو اب اس پر اس نماز کی نہ تو قضا واجب ہے اور نہ اس کا فدیہ دینا لازم ہے کیونکہ نماز کے وجوب میں اعتبار آخر وقت کا ہے اور آخر وقت میں وہ زندہ نہیں تھا: ''ویبنیٰ علی ھذا الاصل الطاھرة اذا حاضت فی آخر الوقت أو نفست والعاقل اذا جن أو اغمی علیہ، والمسلم اذا ارتد والعیاذ باللہ وقد بقی من الوقت مایسع الفرض لایلزمھم الفرض عند اصحابنا لان الوجوب یتعین فی آخر الوقت عندنا اذ لم یوجد الاداء قبلہ فیستدعی الاھلیة فیہ'' (بدائع الصنائع: ۲۶۵/۱)

فدیہ کا مصرف

س: فدیہ کا مصرف کیا ہے، کیا اپنے کنبہ کے غریب لوگوں یا مدارس کے طلبہ کو دے سکتے ہیں، مسجد کی تعمیر میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: فدیہ کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، لہٰذا جس طرح زکوۃ اپنے اصول وفروع (ماں، باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی) کو، زوجین ایک دوسرے کو اور مسجد کی تعمیر میں نہیں دے سکتے، اسی طرح فدیہ کی رقم بھی نہیں دے سکتے، اس کے علاوہ اپنے غریب رشتہ داروں اور مدارس کے طلبہ جو مستحق زکوۃ ہوں کو دے سکتے ہیں: ''باب المصرف ای مصرف الزکاة والعشر..... (ھو فقیر وھو من لہ ادنیٰ شیء) ای دون نصاب أو قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة'' (الدر المختار) وھو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذالک من الصدقات الواجبة'' (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۳/۳، باب مصرف الزکاة والعشر)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 01 مورخہ ۲۹؍جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۳؍جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار

رشوت کا بول بالا

بہار کی تین نگرانی ایجنسی بی، آئی بی (BIB) ایس وی یو (SVU) اور ای او یو (EOU) نے گذشتہ تین مہینوں میں انیس (۱۹) افسران کے خلاف کارروائی کی، جس کے نتیجے میں ان افسران کے یہاں سے چھ (۶) سو کروڑ روپے کا کالا دھن چھ (۶) کروڑ روپے کے زیورات، سونے کے بسکٹ اور چاندی کے گہنے ملے ہیں، ہر افسر نے نوے لاکھ سے زیادہ کی سرمایہ کاری کر رکھی ہے، ڈی سی ایل آر، راجیش کمار گپتا نے رانچی میں تینتالیس کٹھے میں عالی شان گھر بنا رکھا ہے، ایم وی آئی مرتنجو کمار سنگھ کا پٹنہ میں شاندار پنٹ ہاؤس ہے، اور نتیش پرکاش کا پھلواری شریف میں اکیس (۲۱) کٹھے میں فارم ہاؤس معروف و مشہور ہے، سی ڈی پی او جیوتی کمار کا عالیشان اپارٹمنٹ بھی پٹنہ میں ہے، ان کے علاوہ کچھ افسروں نے فرضی کمپنی بھی بنا رکھی ہے، یہ کمپنیاں بیوی، سالا اور دوسرے رشتہ داروں کے نام سے چل رہی ہے۔

اس مہم کے دوران نگرانی ایجنسیوں نے تینتیس (۳۳) رشوت خوروں جن میں دھن چن منی تیواری انجینئر دفتر ضلع پریشد سیوان، روندر کمار بہار راجیہ پل نرمان نگم لمیٹڈ جنیش لال ضلع ٹرانسپورٹ افسر، کانتیہ کمار، محکمہ سڑک تعمیرات کے یہاں سے علی الترتیب ۵۵-۱، ۲۴-۱، ۶۱-۷-۱، ۲۶-۲-۲ ؍کروڑ روپے برآمد کیے گیے، ان کے علاوہ ڈھاکہ محکمہ گرامین کے رام چندر پاسوان اور ان کے اعداد و شمار کے آپریٹر ششی کمار کو اسی ہزار روپے، محکمہ ضلع تعلیم کے کلرک سُر جیت سنگھ کو پندرہ ہزار روپے اور ایک انجینئر کو آٹھ لاکھ روپے رشوت لیتے ہوئے محکمہ نگرانی نے دھر دبوچا ہے اور ان سے انیس لاکھ چھیاسی ہزار روپے برآمد کیے، حالاں کہ یہ تعداد حقیقی طور پر رشوت وصولنے اور مالی اُگاہی کرنے کا ایک فی صد بھی نہیں ہے، صورت حال یہ ہے کہ چھوٹے بڑے ہر کام کے کے لیے فائل کے نیچے روپے کی رشوت کا پہیہ لگانا پڑتا ہے، تبھی فائل آگے سرکتی ہے، ورنہ جہاں ہے وہیں پڑی رہتی ہے، ہر ٹیبل کی ایک رقم مقرر ہے، وہ رقم اس ٹیبل تک پہونچی تو فائل خود بخود آگے بڑھ جاتی ہے، یعنی ہر نگر ہر ڈگر ایک سا حال ہے، غلط کاموں کی انجام دہی میں کام کرانے والوں کی قوت خرید ہی اصلا معتبر سمجھی جاتی ہے اور اس کا کوئی معیار نہیں ہے، صحیح کام بھی کرانے جایئے تو رشوت کی گرم بازاری اس قدر ہے کہ پسینے چھوٹ جاتے ہیں، بھاگ دوڑ اس کے علاوہ ہے، سارا قصور ان افسروں کا ہی نہیں ہے، جب ایم ایل اے، ایم پی کے ٹکٹ کی خرید بکری کروڑوں میں ہوتی ہے، منافع بخش عہدوں اور جگہوں پر تعینات کے لیے بھی اچھی خاصی رقم صرف کرنی پڑتی ہے، دروغ بر گردن راوی، ابھی ایک بورڈ کے چیرمین کے عہدے کی قیمت ایک کروڑ اور ایک اسکارپیو لگ چکی ہے، ایسے میں افسران اس کی وصولی رشوت کے ذریعہ ہی کر سکتے ہیں، دوسرا کیا راستہ رہ جاتا ہے، اسلام نے رشوت دینا اور لینا دونوں حرام قرار دیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے، اسلام کے باہر جو لوگ ہیں ان کے نزدیک بھی یہ قانوناً جرم ہے، اس لیے ہر حال میں اس سے بچنا ضروری ہے، دنیا وی قانون کے اعتبار سے بھی اور اخروی سزا کے اعتبار سے بھی، فلاح اسی میں ہے کہ رشوت نہ لیا جائے۔

تعلیمی نصاب کا بھگوا کرن

مرکزی حکومت کی جانب سے تعلیمی نصاب کو بھگوا رنگ میں رنگنے کی تیاری مکمل کرلی گئی ہے، یہ ایک خطرناک منصوبہ ہے، جس کو بروئے کار لانے کے لیے پارلیامنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کا سہارا لیا گیا ہے، اس کمیٹی نے جو تجاویز پیش کی ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ رگ وید، یجر وید، اتھر وید، شام وید اور گیتا کی تعلیم نصاب کا حصہ بنے گی، تاریخ کی کتابوں میں تبدیلی لاکر ہندتوا سے متعلق واقعات اور شخصیات کو مرکزی حیثیت دی جائے گی، مسلمانوں کو چھوڑ کر سکھ، مرہٹہ، گوجر، جاٹ اور قبائلیوں سمیت، مہابھارت اور رامائن کی نصاب میں شمولیت بھی اس منصوبہ بندی کا حصہ ہے، مسلمانوں کی مذہبی کتابوں اور تاریخ کو نظر انداز کرنا اس منصوبہ کا اصل ہدف اور نشانہ ہے، پارلیمانی کمیٹی کی ان سفارشات کی انڈین ہسٹری کانگریس نے شدید مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ تاریخ کی کتابوں کا جائزہ لینا اگر ضروری ہی ہے تو ملک بھر سے ایسے اسکالرز کو جمع کرنا چاہیے جو مختلف ادوار کا غیر جانبدارانہ معروضی مطالعہ کرکے حاصل مطالعہ پیش کرسکیں۔

اسٹینڈنگ کمیٹی کی ان سفارشات کی مخالفت ہر سطح پر ہو رہی ہے، ماہرین کی رائے ہے کہ یہ ملک مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ہے، اور یہی گلہائے رنگا رنگ زینت چمن کا سبب ہیں، اسی لیے نصاب میں تمام مذاہب کی اخلاقی، اصلاحی اور ملک و سماج میں اتحاد و ہم آہنگی پیدا کرنے والے مواد کو نصاب کا حصہ ہونا چاہیے اور ان میں کوئی تفریق نہیں کی جانی چاہیے، صرف ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی شمولیت سے نفرت کے اس ماحول میں مزید اضافہ ہوگا، جو اس ملک کی شناخت بنتی جارہی ہے، ہندوستانی کونسل برائے تاریخی ریسرچ (ICHR) ۲۰۱۴ء سے آر اس اس اور فرقہ پرستوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن گئی ہے، اور تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کرنے کے بعد جعلی اور جھوٹی تاریخ کو رواج دینا چاہتی ہے، اس کی خواہش ہے کہ مسلم مجاہدین آزادی کو نظر انداز کیا جائے، جنگ آزادی میں ٹیپو سلطان کے کردار کو حذف کردیا جائے اور گاندھی جی کی جگہ ویر ساورکر اور گوڈسے کو اہمیت دی جائے انہیں ہیرو بنا کر پیش کیا جاسکے، ظاہر ہے یہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب، دیرینہ روایات واقدار اور مل جل کر رہنے کے جذبہ کے خلاف ہے، ایسی سوچ ملک کے لیے انتہائی مضر ہے اس لیے ضرورت ایک ایسے نصاب کی تیاری کی ہے، جو ملک کی مشترکہ تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہو، یہی اس ملک میں محبت کے ماحول کو واپس لائے گا اور نئی نسل کی ذہنی آبیاری اس طرح کرے گا، کہ وہ ملک کو فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ساتھ مستقبل میں آگے بڑھا سکیں گے۔

مشتعل ہونے سے بچئے

ملک کی فرقہ پرست طاقتیں چاہتی ہیں کہ اقلیتوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر ملک میں فسادات کی آگ پھیلا دی جائے اور اس ذریعہ سے مسلمانوں کے قتل عام کا ماحول بنا دیا جائے، ہری دوار میں اس قسم کے اشتعال انگیز بیانات کے نتیجے میں کئی جوانوں نے اسلحوں کے ساتھ حلف لیا کہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے گا، اقلیتوں کی طرف سے احتجاج کے نتیجے میں اف آئی آر درج ہوا اور کئی لوگوں کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ایک دوسرا واقعہ پنجاب کے گولڈن ٹیمپل میں پیش آیا، ایک دن کسی نے سکھوں کی مذہبی کتاب گرو گرنتھ صاحب کی بے حرمتی کی کوشش کی اور ٹھیک اس کے دوسرے دن پنجاب کے کپورتھلہ میں سکھوں کے ''نشان صاحب'' کی توہین کا واقعہ پیش آیا، دونوں کو لوگوں نے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا، واقعہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ دوسرے دن والے واقعہ میں ملزم کو پولیس تحویل سے نکال کر مار ڈالا گیا، قابل ذکر یہ ہے کہ یہ دونوں دہلی سے آئے تھے، سوال یہ ہے کہ ان کو کس نے بھیجا اور کس لیے بھیجا، ظاہر سی بات ہے دونوں صوبوں میں انتخاب ہونا ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ اقلیتوں کے جذبات کو بھڑکا کر نفرت کی فضا بنائی جائے اور ووٹوں کی تقسیم کرکے اسے اپنے حق میں کرنے کی کوشش کی جائے۔ ۲۰۱۵ء میں بھی مذہبی جذبات بھڑکا کر دو آدمی کو مار ڈالا گیا تھا، یہ سلسلہ جن پانچ ریاستوں میں انتخاب ہونے ہیں اس میں دراز ہوسکتا ہے، اس لیے اقلیتوں کو خصوصا مسلمانوں کو مشتعل ہونے سے بچنا چاہیے، اشتعال انسانوں کی انفعالی کیفیت کو بتاتا ہے اور یہ کمزوری کی نشانی ہے، ان حالات کے دفاع کے لیے بہت سوچ سمجھ کر قائدین کے مشورے سے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، جن حالات کا ہمیں سامنا ہے، اس کے بارے میں قرآن نے پہلے ہی یہ پیش گوئی کر رکھی ہے کہ تمہیں ضرور بالضرور اہل کتاب اور مشرکین سے ایسی باتیں سننی ہوں گی جن سے تمہیں سخت تکلیف پہونچے گی، ایسے موقعوں سے ہمیں ہدایت دی گئی ہے کہ صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈرو، صبر و تقویٰ بزدلوں کا کام نہیں اولوالعزم لوگوں کا کام ہے، یہ خدائی فرمان ہے، جو ایسے موقعوں کے لیے ہمیں دیا گیا ہے۔

ناسا کی حیرت انگیز کامیابی

ناسا کے پارکر سولر یان نے سورج کے حلقہ میں داخل ہوکر حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، اب تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ جب سورج کی تمازت گرمی کے موسم میں ہمیں بلبلا کر رکھ دیتی ہے، بادسموم کے جھونکے اور لُو سے بہتوں کی موت ہوجاتی ہے، ایسے میں اگر سورج کے قریب کوئی پہونچے گا تو جل کر خاک ہوجائے گا، لیکن ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو امریکہ کے نیو آرلینس میں کیے گیے اس اعلان سے دنیا حیرت زدہ رہ گئی کہ ناسا کا پارکر سولر سورج کے اوپر کے فضائی حصے سے گذر گیا، اور اس نے زمین سے سورج کی اکانوے فی صد دوری طے کرکے یہ کارنامہ انجام دیا ہے، یہ ایک حیرت انگیز کامیابی ہے، جس کا ذکر خلائی سائنسی کامیابی کے حوالہ سے تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہے گا، اور اس کی مدد سے سورج کے سلسلہ میں ہماری تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوگا اور ہم سورج کے جغرافیہ، اس کی تاریخ کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ جان اور سمجھ سکیں گے، اس نقطۂ نظر سے ناسا کی کامیابی تحقیق کی دنیا میں میل کا پتھر ثابت ہوگا۔

ناسا نے اس مہم کا آغاز ۲۰۱۸ء میں کیا تھا اور اس کے ماہر سائنس دانوں نے پارکر سولر کو سورج کے حدود میں پہونچا دیا، جہاں سورج کی کشش، چمبک کی طرح ہر چیز پر حاوی ہو رہی تھی، جو معلومات مہیا ہوسکیں ان کے ابتدائی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سورج کی سطح زمین کی طرح ٹھوس نہیں ہے، وہاں کا ماحول انتہائی گرم ہے، جس کی وجہ سے سورج سے قریب کی چیزیں چھٹک چھٹک کر سورج سے دور ہوتی رہتی ہیں، سورج کی کرنیں اسی طرح ہم تک پہونچتی ہیں، یہ مصنوعی سیارہ صرف ایک ماہ بعد جنوری ۲۰۲۲ء میں پھر سے سورج کے حدود میں داخل ہوکر اپنا مطالعہ جاری رکھے گا، اور اگر کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی ہوئی تو بار بار وہ سورج کے حدود میں داخل ہوگا اور دنیا تک نئی نئی معلومات پہونچائے گا۔

ہمارا ماننا یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے پوری کائنات کی تخلیق انسانوں کی خدمت کے لیے کی ہے، اور اس سے خدمت لینے کے لیے اسے مسخر کردیا ہے، تسخیر کائنات کی وجہ سے کائنات کی تمام چیزیں انسان کی دسترس میں ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس میں سے بہت سی چیزوں تک ابھی ہماری رسائی نہیں ہو پائی ہے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان الــدنیــا خلقت لکم و انکم خلقتم للآخرۃ یعنی پوری دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے ہو کا یہی معنی و مفہوم ہے، کائنات کے راز سربستہ اسی طرح کھلتے جائیں گے اور ایک وقت آئے گا یہ دنیا ہی فنا ہوجائے گی۔

کرپٹو کرنسی

معاشیات کا اصول ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے، بینکوں کے سخت ہوتے نظام اور مالیات کی رازداری کے محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے ۲۰۰۸ء میں ایک نئی کرنسی وجود میں آئی، اسے عالمی کساد بازاری کے زمانہ میں ڈیولپر ستوشی ناکاموٹو اور ان کے دوستوں نے کیا تھا تاکہ صارفین بینکوں کی غیر ضروری پابندی سے بچ سکیں، لطف کی بات یہ ہے کہ اس کرنسی کو آپ روپے، ڈالر، پونڈ، درہم، دینار اور یورو کی طرح جیب میں نہیں رکھ سکتے، لیکن اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ۷؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو ۲ء۱ کھرب ڈالر کی کرپٹو کرنسی عالمی بازار میں موجود تھی، یہ کرنسی کسی ایک نام سے نہیں جانی پہچانی جاتی ہے، بلکہ اس کے کئی نام ہیں، یہ کرنسی جو بٹ کوائن، اتھیریم، بنانس کوائن، ٹیتھر، سولانہ، کارڈانو، ایولانش کے نام سے مختلف ملکوں میں اپنی شناخت رکھتی ہے، صرف کمپیوٹر میں موجود ہوتی ہے، لوگوں کی توجہ اس کرنسی کی طرف اس لیے بڑھ رہی ہے کہ بینک کے بغیر، سہولت کے ساتھ کاروبار کو فروغ دینے میں یہ معاون ہے۔

اس کرنسی کی خامیاں بھی کم نہیں ہیں، اس حوالہ سے اندیشے اور خدشات بھی بہت ہیں، اسی وجہ سے ہندوستانی حکومت نے شروع میں اس کی مخالفت کی تھی، رزرو بینک آف انڈیا نے بھی اس کے خلاف بات کہی تھی، لیکن اب حکومت اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیش نظر اسے قبول کرنے کے لیے ذہناً تیار ہوگئی ہے اور دیر سویر پارلیامنٹ میں بل کے ذریعہ اسے منظور کرسکتی، ایسا اس لیے ضروری ہے کہ اگر بھارت سرکار نے منظوری نہیں دی تو اس کے دولت مند رفیق اور حلیف اس سے خفا جائیں گے، نقصانات چاہے جو ہو، مرکزی حکومت کا نظریہ یہ ہے کہ مالداروں کو ناخوش کرنا ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت سابع: مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ساتویں امیر شریعت، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی نوراللہ مرقدہ کے نامور صاحبزادے، ممتاز عالم دین، تصوف وتزکیہ کی دنیا کی عظیم شخصیت، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری، رحمانی تھرٹی اور رحمانی فاؤنڈیشن کے بانی، جامعہ رحمانی مونگیر اور درجنوں اداروں کے سرپرست، خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کا تین ۳؍اپریل دن کے ڈھائی بجے پٹنہ کے پارس ہوسپٹل میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون، تجہیز وتکفین ۲۱؍شعبان ۱۴۴۲ھ مطابق ۴؍اپریل ۲۰۲۱ء بروز اتوار بوقت سوا بارہ بجے خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہوئی، نماز جنازہ حضرت صاحب کے خلیفہ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری مولانا محفوظ عمرین رحمانی نے پڑھائی، لاکھوں کا مجمع حضرت صاحب کے اس آخری سفر کا چشم دید گواہ رہا، امارت شرعیہ کے ذمہ داران، کارکنان اور قضاۃ حضرات بھی اس آخری سفر میں شریک ہوئے، سرکار نے بھی رسمی اعزاز میں کوتاہی نہیں کی، جنازہ کی نماز کے قبل ترنگا اوڑھا کر گارڈ آف آنر پیش کیا گیا، بعد نماز مغرب تعزیتی اجلاس خانقاہ رحمانی کی تاریخی جامع مسجد میں ہوا، جس سے مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت، مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی، مولانا ابوطالب رحمانی، مولانا خالد ندوی غازیپوری، مولانا مفتی نذر توحید مظاہری وغیرہ کے ساتھ راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے بھی خطاب کیا، مولانا عمرین محفوظ رحمانی کی پُراثر اور رُلا دینے والی دعا پر اس مجلس کا اختتام ہوا، حضرت کے پسماندگان میں دو صاحبزادے مولانا احمد ولی فیصل رحمانی، جناب حامد ولی فہد رحمانی ہی اور ایک صاحبزادی ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی (ولادت: ۵؍جون ۱۹۴۳ء) بن امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی (۱۹۱۲-۱۹۹۱) بن مولانا سید محمد علی مونگیری (۱۸۴۶-۱۹۲۷) کی تعلیم اور تربیت ابتدا میں خانقاہ رحمانی کے احاطہ میں چل رہے پرائمری اسکول میں ہوئی، مولوی حبیب الرحمٰن اور ماسٹر فضل الرحمٰن کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے نامور والد کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا، جامعہ رحمانی مونگیر میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم دیوبند سے علوم متداولہ کی تکمیل کی اور ان دونوں اداروں سے کسب فیض اور خاندانی تعلیم وتربیت کی وجہ سے زبان ہوش مند اور فکر ارجمند سے مالا مال ہوئے۔ ۱۹۶۷ء میں امارت شرعیہ کے ترجمان ہفت روزہ نقیب کی ادارت کے ساتھ ساتھ انہوں نے جامعہ رحمانی میں تدریس اور فتوی نویسی کا کام بھی شروع کیا، ۱۹۶۹ء میں جامعہ رحمانی کی نظامت کے عہدہ پر فائز ہوئے، ۱۹۷۰ء میں ایم اے کیا، ۱۹۷۴ء میں ودھان پریشد کے رکن منتخب ہوئے، اسی سال جامعہ رحمانی کے ترجمان صحیفہ کی ادارت سنبھالی، حج وعمرہ کا پہلا سفر ۱۹۷۵ء میں ہوا، اسی سال کویت بھی تشریف لے گئے، ۱۹۷۹ء کا سال روس کے سفر، ۱۹۸۴ء روزنامہ ایثار پٹنہ کی اشاعت، ۱۹۸۵ء بہار ودھان پریشد کے ڈپٹی چیرمین، ۱۹۹۱ء خانقاہ رحمانی کی سجادہ نشینی، ۲۰۰۵ء نائب امیر شریعت کی حیثیت سے نامزدگی اور ۱۹۹۶ء کو رحمانی فاؤنڈیشن کے قیام کی وجہ سے مولانا کی حیاتی تقویم میں خاص اہمیت حاصل ہے، جبکہ ۱۹۸۹ء جان لیوا حملہ، ۱۹۹۱ء والد امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی اور ۱۹۹۵ء میں والدہ کی وفات، ۱۹۹۶ء بیٹے خالد رحمانی کی حادثاتی موت اور ۲۰۰۸ بھائی محمد وصی کی موت کی وجہ سے غم والم کا سال رہا، ۲۰۱۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

آپ کی تالیفات وتصنیفات میں مدارس میں صنعت وحرفت کی تعلیم، خیر مقدم، شہنشاہ کونین کے دربار میں، حضرت سجاد۔ مفکر اسلام، یادوں کا کارواں، آپ کی منزل یہ ہے، بیعت عہد نبوی میں، تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ کے علاوہ ایک درجن سے زائد رسائل موجود ہیں، جو آپ کی فکری بصیرت تحریری انفرادیت، سیاسی درک اور درد ملت کی شاہد ہیں، ان کے علاوہ بے شمار مضامین ومقالات جو مختلف اخبارات ورسائل میں طبع ہوئے، ابھی جمع نہیں کیے جاسکے ہیں۔

حضرت مولانا کی شخصیت ہمہ جہت تھی، ان کی پوری زندگی ملت کی خدمت سے عبارت تھی، خانقاہ رحمانی، جامعہ رحمانی مونگیر، ودھان پریشد، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، امارت شرعیہ، درجنوں مدارس کی سرپرستی اور رحمانی تھرٹی کے حوالہ سے ان کی خدمات کے نقوش واضح اور دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ وہ ایک تحریکی مزاج آدمی تھے۔ جس کام کا بیڑا اٹھا لیتے، اسے پایہ تکمیل تک پہونچا کر دم لیتے تھے، استقلال، استقامت، عزم بالجزم اور ملت کے مسائل کے لئے شب وروز متفکر اور سرگرداں رہنا حضرت مولانا کی خاص صفت تھی، وہ ایک اصول پسند انسان تھے اور دوسروں کو بھی اصول پسند؛ بلکہ اصولوں پر عامل دیکھنا پسند کرتے تھے، مزاج میں سنجیدگی تھی؛ لیکن موقع بموقع اپنی ظرافت سے مجلس کو زعفران زار بھی بنانا انہیں خوب آتا تھا، مولانا کے اوپر کام کا بوجھ بے پناہ تھا، عمر کی آٹھویں دہائی میں صحت میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا تھا، ان کی قوت ارادی مضبوط اور کام کے تئیں لگن اتنی مستحکم تھی کہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے بہت لوگوں کو پسینہ آنے لگتا تھا۔

امارت شرعیہ کے ساتویں امیر شریعت کی حیثیت سے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی (۱۹۴۳ء تا ۲۰۲۱ء) نوراللہ مرقدہ کا انتخاب ارریہ میں ۲۹؍نومبر ۲۰۱۵ء کو عمل میں آیا تھا، ۳؍اپریل ۲۰۲۱ء کو حضرت کے وصال کے بعد یہ دور اختتام کو پہونچا، اس کے قبل حضرت صاحب ۳؍اپریل ۲۰۰۵ء کو نائب امیر شریعت نامزد ہوئے تھے، اس حیثیت سے دس سال سات ماہ انہوں نے خدمات انجام دیں، ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۵ء سے ۲۸؍نومبر تک وہ چھٹے امیر شریعت کے انتقال کے بعد سے امیر شریعت کے انتخاب تک "مثل امیر شریعت" امارت شرعیہ کی خدمات انجام دیتے رہے، کیوں کہ دستور امارت شرعیہ کے مطابق امیر شریعت کے وصال کے بعد نائب امیر شریعت "مثل امیر شریعت" ہوتا ہے اور اس کا حکم امیر شریعت کے حکم کی طرح نافذ العمل ہوتا ہے۔ اس کے قبل ۲۲؍شعبان ۱۳۷۶ تا ۳؍رمضان ۱۴۱۱ء مسلسل چونتیس (۳۴) سال وہ چوتھے امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست بازو بن کر امارت کے کاموں کو آگے بڑھانے میں لگے رہے۔ امیر شریعت کے لیے حضرت کا انتخاب اس لیے قطعا نہیں ہوا تھا کہ وہ چوتھے امیر شریعت کے صاحب زادہ تھے، بلکہ اس کے پیچھے نصف صدی کی ان کی تاریخی خدمات تھیں۔

ساتویں امیر شریعت کا دور مسعود پانچ سال چار ماہ چھ دن رہا، امارت شرعیہ کی تاریخ میں امیر شریعت اول حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ کا دور امارت سب سے کم تین سال تین ماہ ستائیس دن ہے، اس کے بعد ساتویں امیر شریعت کا دور ہے، اس مختصر دور میں حضرت نے امارت شرعیہ کے استحکام، تحفظ اور بقا کے لئے متعدد اقدام کئے، تنظیم امارت کو مضبوط کرنے کے لئے ہر ضلع میں صدر سکریٹری اور فعال کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا، بڑی تعداد میں مبلغین کی بحالی عمل میں آئی، تاکہ تنظیم وتبلیغ کے کاموں کو زمینی سطح پر وسعت دی جاسکے، اس کے لئے دربھنگہ، مدھوبنی، مشرقی چمپارن، مغربی چمپارن، سیتامڑھی، مظفرپور، سوپول، سہرسہ، مدھے پورہ میں دو دو روز قیام کر کے آپ نے امارت شرعیہ کے تنظیمی کاموں کو مضبوطی عطا کی، جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کے کاموں کو وسعت دینے کے لئے انتقال سے ایک ہفتہ قبل پانچ روز قیام کیا تھا اور مختلف سطح پر کام کو آگے بڑھانے کے منصوبوں کو آخری شکل دی تھی، اس سلسلے کا آخری پڑاؤ اڈیشہ تھا، رمضان بعد اس کی ترتیب بنی ہوئی تھی لیکن موت نے اس کا موقع نہیں دیا، دارالقضاء کے کاموں کو وسعت بخشی اور حضرت کے عہد میں اکہتر (۷۱) دارالقضاء کام کرنے لگے، تعلیمی میدان میں امارت پبلک اسکول کے مبارک سلسلہ کا آغاز کیا، گریڈیہہ کے بن جھجھو اور پسکا نگری رانچی میں نئے اسکول کھولے گئے، امارت انٹرنیشنل اسکول کی بنیاد اربا رانچی میں ڈالی گئی، پہلے سے چل رہے تمام تعلیمی اداروں کو معیاری بنانے کے سلسلے میں ضروری اور مناسب اقدامات کئے گئے، طلبہ وطالبات کے لئے الگ الگ نظام بنایا گیا، بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور اردو کی بقاء وتحفظ اور ترویج واشاعت کے لئے پورے بہار اور جھارکھنڈ میں تحریک چلائی گئی اور ضلعی سطح تک کی تعلیمی تنظیم قائم کی گئی، بہار میں اس کے دوسرے مرحلہ کا آغاز ہو چکا تھا کہ اس عظیم حادثہ فاجعہ کی وجہ سے اس پروگرام کو ملتوی کرنا پڑا، بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لئے خودکفیل نظام تعلیم کے جامع منصوبہ کو جو اکابر امارت نے بہت پہلے ترتیب دیا تھا، تھوڑے اضافہ کے ساتھ نظام تعلیم کے راہنما اصول کے نام سے شائع کرا کر بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں تقسیم کرایا گیا، اردو کو داخلی سطح پر مضبوط اور سرکاری سطح پر حقوق کی بازیافت کے لئے اردو کارواں کا قیام عمل میں آیا، جس نے حضرت صاحب کی توجہ سے دو ماہ کے اندر ہی اپنی ایک شناخت بنالی، حضرت امیر شریعتؒ کے اس جملہ نے کہ "اردو کو اب دودھ پینے والے مجنوں کی ضرورت نہیں، خون دینے والے مجنوں کی ضرورت ہے" ضرب المثل کی شکل اختیار کرلی۔ دفتری کاموں میں تیزی لائی گئی، اور جمود وتعطل کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، امارت شرعیہ کے دوسرے تعلیمی اور تکنیکی اداروں، خدمت خلق کے شعبوں کو چوکس، مستعد اور مزید نفع بخش بنانے کا کام کیا گیا۔

دفتری کاموں سے الگ ملی معاملات میں بھی ساتویں امیر شریعت کے دور میں مثالی کام ہوا، ۱۵؍اپریل ۲۰۱۸ء کو گاندھی میدان میں "دیش بچاؤ، دین بچاؤ" کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، یہ تاریخ کا پہلا واقعہ تھا کہ گاندھی میدان مسلمانوں سے بھر دیا گیا تھا، سیاسی لوگوں کی نیندیں اس تاریخی کامیابی سے اڑ گئی تھیں اور سیاسی سطح پر اس کے بڑے مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے تھے، بڑی سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں نے اس عظیم کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا تھا کہ اب سیاسی قیادت بھی آپ کے ہاتھ ہے، حضرت صاحب نے دلت مسلم اتحاد کے لئے بھی زمینی سطح پر کام کیا اور ان کے راہنماؤں کے ساتھ کئی میٹنگیں کیں۔

سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے مرحلہ کے سامنے آنے کے پہلے ہی آپ کی دوررس نگاہوں نے آنے والے طوفان کا اندازہ لگالیا تھا اور کاغذات وغیرہ کی تیاری کے لئے امارت شرعیہ نے مہم کا آغاز کر دیا تھا، پھر جب سی اے اے کا معاملہ آیا تو حضرت کی مضبوط قیادت میں پورے ہندوستان میں تحریک چلائی گئی اور بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں قائم تقریبا تمام احتجاج ومظاہرہ کی سرپرستی امارت شرعیہ نے کی، تین طلاق کے مسئلہ پر پورے ہندوستان میں جو تحریک چلائی گئی اس میں امارت شرعیہ کی فعال اور مضبوط شراکت رہی، خواتین کے اتنے کامیاب جلوس نکلے جس کی مثال ہندوستانی تاریخ میں نہیں ملتی، دستخطی مہم کی کامیابی کا سہرا بھی حضرت امیر شریعت کے سر جاتا ہے۔

حضرت ہی کے دور مسعود میں امارت شرعیہ ٹرسٹ کا قیام عمل میں آیا، سرکاری طور پر اسے رجسٹرڈ کرایا گیا، رقومات کی منتقلی (کیش لیش) چیک کے ذریعہ ہونے لگی، بیت المال کے پورے نظام کو سرکاری ضابطے اور دستور کے مطابق کیا گیا، اور انکم ٹیکس میں چندہ دہندگان کو رعایت دینے کے لئے کئی سرکاری ضابطوں پر عمل کیا گیا۔

مرکزی حکومت کی طرف سے نئی تعلیمی پالیسی کا مسودہ سامنے آیا تو حضرت نے تفصیل سے اس کا جائزہ لیا، اہل علم کو بلا کر اس پر میٹنگ کروائی اور ترمیمات سرکار کو روانہ کیا، سرکاری سطح پر اس مسودہ کو آخری شکل دی گئی اور سرکار نے منظور کرلیا تو پھر سے حضرت نے اس کی خامیاں اجاگر کیں، امارت شرعیہ کے ذریعہ طویل قانونی مسودہ کا اردو میں ترجمہ کرا کر لوگوں تک پہونچایا گیا، بہار اور جھارکھنڈ کے خصوصی مشاورتی اجتماع کے صدارتی خطاب میں اس پر نقد کیا اور اس کی خامیاں لوگوں تک پہونچائیں۔

اس پانچ سالہ دور امارت میں شعبہ نشر واشاعت سے کئی معیاری کتابیں طبع ہوئیں، ان میں لڑکیوں کا قتل عام، اصلاح معاشرہ کی شاہ راہ، حضرت سجاد مفکر اسلام، مسلم پرسنل لا اور ہندوستان، قانون قضاء کی شرعی وتاریخی اہمیت، خطبات جمعہ، حج اور عیدین کے احکام ومسائل، مساجد کی شرعی حیثیت اور ائمہ کرام کی ذمہ داریاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امارت شرعیہ کے ترجمان نقیب کو انتہائی معیاری بنانے پر آپ نے خصوصی توجہ دی، مضامین کے انتخاب، اداریئے، سیٹنگ، کاغذ وطباعت تک پر آپ کی نگاہ رہتی تھی اور بڑی شدت سے ہر ہفتے اس کا انہیں انتظار رہتا تھا، انتقال سے چند گھنٹے قبل آپ نے نقیب کے کاغذ وغیرہ کے بارے میں اپنے رفقاء سے دریافت کیا، (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

قسط نمبر-۲۶

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ: بحیثیت خطیب

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھند☆

حضرت نانوتویؒ کی توجہ کا اثر

مباحثہ شاہجہانپور کے بعد یہ اثر پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی محمد قاسم صاحبؒ کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلا دی، اور منشی پیارے لال کی بھی آنکھیں کھل گئیں، کہ جس طرف ان کی ٹکٹکی لگی ہوئی تھی، ادھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی اور عام ہنود کی یہ کیفیت ہوئی کہ جس گلی کوچے مولوی صاحب نکلتے تھے، اشارہ کر کے لوگ کہتے تھے کہ: وہ مولوی یہ ہے، جس نے پادریوں کے منہ کو بند کر دیا تھا اور پھسلتے کو تھام لیا تھا اور مولوی کیا ہے، اوتار ہے (مباحثہ شاہجہانپور: ۲۰ تا ۲۱)

انداز خطاب:

حکمت قاسمیہ کا ایک بڑا امتیاز اس کے لہجے اور طرز خطاب کی عمومیت وعالمیت اور ہمہ گیری بھی ہے جو کتاب وسنت کے اسالیب کی پیروی کے نتیجے میں ظاہر ہوئی ہے، کتاب وسنت میں خاص فرقوں کو کسی ضرورت سے ہی خطاب کیا گیا ہے ورنہ ان کا خطاب عام طور سے دنیا کے سارے انسانوں ہی سے ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں انسانوں کے لیے فطری کشش اور اپیل موجود ہے۔ عہد مغلیہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کتاب وسنت کے اس طرز خطاب کو اپنایا اور پھر ان کے حلقۂ فکر میں حضرت نانوتویؒ نے ان کے طرز فکر ونظر کو اپنایا اور اس کا خیال رکھا کہ ان کی حکمت ودعوت بغیر کسی مذہبی ونسلی اور گروہی وطبقاتی بندش کے زیادہ لوگوں تک پہنچے اور عوام وخواص اسلام کے ان اصول وآفاقی حقائق سے متعارف ہوں جو انسانیت کی مشترکہ میراث وسرمایہ ہیں: ''تقریر دل پذیر'' کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس کے بعد گنہ گار، شرمسار، ہیچمداں، بندۂ خیر خواہ خلائق، سب ہندو، مسلمان، نصاریٰ، یہود، مجوس آتش پرست کی خدمت میں بہ نظر خواہی اپنے چند خیالات پریشاں کو جمع کر کے عرض کرتا ہے اور امیدوار ہے کہ سب صاحب اپنے تعصب مذہبی اور جی لگی باتوں کی محبت سے الگ ہو کر میری بات کو سنیں، اگر پسند آئے تو قبول کریں نہیں تو اصلاح فرمائیں''۔ (حیات، افکار، خدمات: ۱۲۹۔ تقریر دل پزیر: ۲۴)

اثر انگیزی:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ایک وعظ سہارنپور میں ہوا، جس میں مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ بھی شریک تھے اور وعظ کے ختم ہونے پر فرمانے لگے کہ بھلا ان کے ہوتے ہوئے کوئی واعظ وعظ کہہ کر کیا ایسی تیسی کھائے گا، یہ علوم کہاں سے لائے گا اور یہ اثر کہاں سے آئے گا۔ (حکایات اولیاء: ۱۹۳)۔

الامام الکبیرؒ کا اپنے وعظ وتقریر کے متعلق خیال:

لیکن یہ احساسات تو دوسروں کے تھے، خود الامام الکبیرؒ کا اپنے وعظ وتقریر کے متعلق کیا خیال تھا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کے راوی ہیں یعنی اس تمہیدی کلیہ کو بیان کر کے کہ: ''الامام الکبیر مولانا محمد قاسمؒ فرمایا کرتے تھے کے وعظ کہنا دو شخصوں کا کام ہے، ایک محقق کا اور ایک بے حیا کا''۔ ''اور اپنی نسبت (الامام الکبیرؒ) فرماتے تھے کہ میں بے حیاء ہوں، اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں'' (قصص البہادی جمادی الثانی: ۵۷ھ)

بھری مجلسوں میں اس قسم کے اعترافات بھی خواہ بطور کسر نفسی ہی کیوں نہ ہو، آسان نہیں ہیں، لیکن حضرت تھانوی الامام الکبیرؒ کے دیکھنے والوں میں سے تھے، ان کی فطرت اور جبلی خصوصیات سے واقف تھے، اسی لئے مذکورہ بالا فقرے کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''یہ تو آسان ہے کہ اظہار تواضع کے لئے ہر واعظ زبان سے یہ کہہ دے، مگر فرق یہ ہے کہ وہ بناوٹ سے ہوگا اور مولانا نانوتویؒ بے بناوٹ کہتے تھے''۔

مطلب یہ تھا کہ کمال کسی رنگ میں ہو، اپنی طرف اس کے انتساب کو الامام الکبیرؒ کی فطرت برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی، آگے اسی کے بعد حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ''کیونکہ ان (الامام الکبیرؒ) کو کمالات حقیقیہ کا منبع معلوم تھا، اس کے سامنے اپنے کمالات ہیچ نظر آتے تھے''۔ (سوانح قاسمی: ج ۱/ص: ۴۰۰)

وعظ کا کام تھا مولانا اسماعیل شہیدؒ کا:

اپنے تقریری کمال سے متعلق یہ احساس تو الامام الکبیرؒ کا تھا، لیکن دوسرے آپ کی تقریروں سے غیر معمولی طور پر کیوں متاثر ہوتے تھے، اس کا سراغ بھی الامام الکبیرؒ ہی کے ایک حکیمانہ نکتہ کی روشنی میں لگایا جا سکتا ہے۔ امیر شاہ خان صاحب مرحوم کے حوالہ سے ارواح ثلثہ میں یہ نقل کرتے ہوئے کہ: ''ایک مرتبہ کسی نے (وعظ پر) اصرار کیا''۔ شاید اس وقت طبیعت آمادہ نہ تھی، یا کیا وجہ ہوئی؟ الامام الکبیرؒ نے یہ فرمایا کہ: ''وعظ ہمارا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے، وعظ کا کام تھا، مولانا اسماعیل شہید صاحبؒ کا اور ان ہی کا وعظ مؤثر بھی تھا''۔

تقریر کی دو قسمیں:

پھر آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو سمجھایا کہ تقریر وبیان کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ بطور فن کے بعض لوگ خطابت کی مشق کرنے میں موجودہ اصطلاح میں گویا یوں سمجھئے آرٹ کی حیثیت سے اس کو سیکھتے ہیں۔ اور جن لوازم وضروریات کی حاجت اس فن کے حاصل کرنے میں ہوتی ہے، ان کو وہ حاصل کرتے ہیں، ان لوگوں کا بیان تو ہوتا ہے اور شاعری، موسیقی، ظرافت، قصہ خوانی وغیرہ چیزوں سے لوگ عموماً متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح اس نوعیت کے مصنوعی بیانات اور تقریروں کا بھی لوگوں پر اثر پڑتا ہے، گویا ان وعظوں کی حقیقت قریب قریب وہی ہوتی ہے، جو آج کل کے تماشا گھروں میں اداکاروں کی ہوتی ہے کہ جمالیاتی اثر پذیری کا جو فطری عاطفہ آدمی کے اندر ودیعت ہے تھوڑی دیر کے لئے وہ متحرک ہو جاتا ہے، وقتی لذت لوگوں کو مل جاتی ہے لیکن یہ لذت بھی وقت ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، اور ساری سنی ہوئی باتیں سننے والوں کے لئے مجلس سے اٹھنے کے بعد کچھ ان سنی سی بن کر رہ جاتی ہیں اور اس قسم کی تقریروں کے عدم تاثیر کا مطلب یہی ہے کہ ان سے سننے والوں کے اندر کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوتا، اور سننے والوں میں اپنا کوئی دیرپا اثر ایسی تقریریں نہیں چھوڑتیں۔

علماء وصلحاء کے سبق آموز واقعات امت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے یہاں دو چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

عظمت الٰہی پر ملی معرفت باری

ذوالنون مصری ایک بڑے بہت بزرگ گذرے ہیں ان کو جو ولایت ملی اس کا واقعہ بڑا عجیب ہے، دوستوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک جگہ بیٹھے کسی دوست نے وہاں موجود ایک پتھر ہٹایا جیسے ہی ہٹایا تو محسوس کیا کہ اس کے نیچے کوئی چیز ہے۔ جب سب جگہ کھودی تو خزانہ ملا سونا، چاندی، جواہر، بڑی قیمتی چیزیں تھیں، اس کے اندر بڑا خوبصورت اللہ کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اب انہوں نے کہا کہ جی تقسیم کیسے کریں، تو انہوں نے کہا کہ میاں سونا چاندی تم سب تقسیم کرلو اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا خوبصورت نام ہے، یہ مجھے دیدو، چنانچہ انہوں نے اللہ کے خوبصورت نام کو خود پسند کرلیا، ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی، اور اس بزرگ نے کہا کہ چونکہ تم نے مال اور چاندی کو قربان کر دیا اور اللہ کے نام کو پسند کرلیا، لہذا اللہ نے تمہیں اپنی ذات کے لیے پسند کرلیا، اٹھے تو ان کے دل میں اللہ کی محبت اتنی بھر چکی تھی کہ ان کو اللہ کی معرفت نصیب ہوگئی۔ اللہ کا نام پسند کرنے پر اللہ کی معرفت مل گئی۔ (تمنائے دل ص ۴۸)

امام غزالیؒ کی طالب علمی کا ایک دلچسپ واقعہ

آل سنجر کا ایک وزیر تھا ان کا نام نظام الملک طوسی تھا وہ بہت دیندار وزیر تھا، اس نے ارادہ کیا کہ میں احیاء علوم کے لئے مدرسہ بناؤں گا تاکہ تعلیم وتعلم عام ہو، چنانچہ اس نے لاکھوں روپیہ اپنی ذات سے خرچ کر کے ایک بہت بڑی عمارت بنائی اور شیخ تقی الدین ابن دقیقؒ کو جو وقت کے بہت بڑے محدث فقیہ عارف باللہ اور عارف عالم تھے، ان کو صدر مدرّس بنایا اور بڑے بڑے اکابر علماء کو تعلیم وتربیت کے لئے مقرر کیا، غرض طلباء فارغ التحصیل ہونے لگے۔

ایک دفعہ نظام الملک کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ عام طور سے طلباء کی نیتیں فاسد ہیں اور وہ اُمور دین کو دنیوی اغراض کے لئے حاصل کر رہے ہیں، جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ علم وبال ہے اگر اس کو ذریعہ بنایا جائے دنیا کے لئے، تو اس نے ارادہ کرلیا کہ میں مدرسہ توڑ دوں گا۔ اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ ممکن ہے یہ خبریں غلط ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ میں خود بھی تحقیق کرلوں۔

ایک دن اس نے بھیس بدل کر عامیانہ لباس پہن کر مدرسہ میں گھومنا شروع کیا۔ سینکڑوں طلباء مطالعہ اور تکرار میں مصروف تھے۔ نظام الملک نے طلباء سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تم علم کیوں حاصل کرتے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے خاندان میں وزارت کا عہدہ چلا آرہا ہے میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں وزارت کے عہدے پر پہنچ جاؤں، کسی نے کہا کہ ہمارے خاندان میں قاضی کا عہدہ چلا آرہا ہے میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ قاضی بن جاؤں۔ کسی نے کہا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ مشہور ہو جاؤں میرا مقصد شہرت حاصل کرنا ہے۔

حکایات اہل دل

غرض عام طور پر طلباء نے جو اغراض بیان کئے وہ فاسد ہی اغراض تھے۔ یہ سن کر نظام الملک نے ارادہ کرلیا کہ اب میں مدرسہ توڑ دوں گا۔ میں تو لاکھوں روپے صرف کروں اور اغراض فاسد ہوں تو فاسد اغراض سے علم بھی فاسد بن جائے گا اور مبنیٰ فساد بن جائے گا، پھر ایک طالب کو دیکھا کہ ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے مطالعہ میں مصروف ومنہمک ہے، نظام الملک نے اس سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے؟ اس طالب علم نے نگاہ تک اٹھا کر نہیں دیکھا، اس نے کہا کہ بھائی ایک آدمی آپ کے پاس کھڑا ہے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے کہ تم کون ہو۔ اس پر اس طالب علم نے کہا کہ میں جو گھر بار چھوڑ کر آیا ہوں تو کتاب دیکھنے کے لئے آیا ہوں، مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ میں آپ سے گفتگو کروں۔

یہ سن کر نظام الملک کے دل میں اس کی بڑی وقعت ہوئی اور کہا کہ میں آپ سے مختصر سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تم اتنی محنت کیوں کرتے ہو، طالب علم نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ دادا اور خاندانی روایات سے یہ معلوم کیا کہ ہمارا کوئی خالق ومالک اور رب ہے اور ظاہر بات ہے کہ اتنا بڑا محسن کوئی نہیں کہ جس نے زندگی عطا کر دی ہے بغیر کسی محنت اور قیمت کے اور جس نے بقا کے سامان کئے ہیں ہر آن اس کے احسانات ہیں اور وہ احسانات لامحدود ہیں، اس لئے ہم پر شکر گذاری لامحدود واجب ہے اور احسانات کا ماننا بھی ضروری ہے اور یہ کہ ہم انبیاء سے زیادہ مانیں مگر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ادائیگی حقوق اور احسان اور ان سے ملنے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے اس لئے میں پڑھ رہا ہوں تاکہ ہم کو یہ طریقہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور شکر کا حق کس طرح ادا کروں۔ اس نے اس طالب علم کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں۔ اس لئے کہ عام طور پر طلباء کے اغراض فاسد ہیں، ایک تو یہ کہ جس سے معلوم ہوا کہ حقیقۃً آخرت کے لئے پڑھ رہا ہے دنیا کے لئے نہیں اس لئے اب میں مدرسہ کو جاری رکھوں گا اور لاکھوں روپیہ خرچ کروں گا صرف ایک تیری وجہ سے، جب تو فارغ التحصیل ہو جائے گا تو میں غور کروں گا کہ مدرسہ کو توڑ دوں یا باقی رکھوں۔

یہ طالب علم تھے، امام غزالیؒ اس لئے امام بننا کوئی آسان چیز نہیں ہے، جب تک آدمی اپنی جان کو قربان نہ کر دے اور خالص نیت طلب آخرت کی نہ ہو، امام کا رتبہ نہیں مل سکتا، اس میں نیت اور اخلاص کی ہی برکت ہے کہ ایک شخص امامت کے درجہ پر پہنچا اور اس نے امامت قبول کی۔

Scanned with CamScanner

اسلامی نظام خاندان کے امتیازات

مولانا محمد کمال اختر قاسمی

روحانی سکون اور قلبی آسودگی کے لئے خاندان ایک اہم ترین ادارہ ہے۔ انسان چاہے کسی خطے میں زندگی گزارتا ہو اور کسی دائرے میں زندگی بسر کرتا ہو، اسے سکون واطمینان حاصل کرنے کے لئے اس کے انتظار میں موجود لوگوں سے آباد گھر کی ضرورت پڑتی ہے، اسی لئے دنیا کی تمام اقوام اپنا خاندانی نظام رکھتی ہے، جس کا قوموں کی نشو ونما، تشکیل وتعمیر اور ہر طرح کے تحفظ کی فراہمی میں کلیدی کردار رہا ہے۔ The World Book Encyclopaedia میں ہے:

''خاندان انسان کا قدیم ترین ادارہ ہے۔ لوگ تحفظ کے حصول کے لئے ایک ساتھ رہتے تھے، کیوں کہ انسان کے لئے تحفظ سب سے اہم چیز ہے۔ جو لوگ خاندانی اجتماعیت میں رہتے تھے وہ زیادہ محفوظ رہتے تھے''

اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندان انسان کی فطری ضرورت ہے۔ وہ ایسا ادارہ ہے، جہاں انسان کو تمام مصائب ومشکلات، اور ذہنی وجسمانی مشقتوں کے بعد سکون واطمینان کی سانس لینے کا موقع ملتا ہے۔ انسانی زندگی کی نشو ونما اور ہمہ جہت ترقی میں خاندان کا بنیادی کردار ہوتا ہے، اس لیے اسلامی تعلیمات میں خاندان کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کی عظیم قدرتوں اور کرشمہ سازیوں کے ذیل میں خاندان کی تشکیل اور اس کے ذریعے ساری انسانیت کی حسین تہذیب وتمدن سے وابستگی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہے: ''اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا، پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت دامادی بنایا اور تمہارا رب (ہر طرح کی) قدرت رکھتا ہے'' (الفرقان ۵۴)۔

خاندانی نظام کے استحکام کے بغیر امن وامان، سکون واطمینان اور زندگی کی خوب صورتی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے فطرت انسانی کا پورا لحاظ کرتے ہوئے انسانی زندگی کو خاندانی نظام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں'' (النحل ۷۲)۔

خاندان انسان کو جہاں ذہنی وقلبی سکون فراہم کرتا ہے وہیں اس کے لیے معاشی تحفظ کا بھی سب سے مضبوط ادارہ ہے۔ چنانچہ اسلام ماں باپ، بیوی بچے اور اقارب کے حقوق متعین کرتا ہے، شوہر پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ بیوی کی تمام معاشی ضروریات کی تکمیل کرے۔ ماں باپ کا فریضہ ہے کہ وہ اولاد کی نشو ونما اور تعلیم وتربیت کا پورا لحاظ رکھیں اور اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی مکمل خدمت اور معاشی ضروریات کی تکمیل کو ضروری سمجھے۔ یہی وجہ ہے کہ خاندانی نظام اسلام کی نمایاں خوبیوں میں سے ہے۔ اسلام جس طرح کا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے اس میں خاندانی نظام کا استحکام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرتی زندگی کے تحفظ وبقا اور حسین ماحول کی فراہمی کے لیے خاندان کا استحکام بنیادی ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ دونوں کا باہمی معاونت کے ذریعے ایک دوسرے کی زندگی کو خوش گوار بنانے میں اہم کردار ہے۔ قرآن مجید میں اس کا نہایت لطیف انداز میں اظہار کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: ''وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کے لئے پوشاک ہو'' (البقرہ: ۱۸۷)۔ دونوں کو انسانی بنیادوں پر برابر کی حیثیت دی گئی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔

خاندان مرد وعورت کے درمیان پاکیزہ اور مضبوط تعلق کے ذریعے وجود میں آتا ہے، اس لیے اس کی تعمیر میں دونوں کا اہم کردار ہے۔ خاندان کے استحکام میں عورت کا کردار کلیدی ہوتا ہے، جس کے بغیر وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے، کیوں کہ عورت بیوی کی حیثیت سے گھر کے نظم ونسق اور تمام امور کو نہایت خوب صورتی سے انجام دیتی ہے، نیز وہ ماں کی حیثیت سے اولاد کی تربیت کی اہم ترین ذمہ داری نبھاتی ہے۔ اولاد کی پرورش کے تمام مصنوعی طریقے، جو مغرب میں رائج ہیں، آغوش مادر کی جگہ نہیں لے سکتے، کیوں کہ وہ اولاد کے لیے سب سے پہلی اور عظیم ترین تربیت گاہ ہوتی ہے، جہاں ان کی جسمانی نشو ونما کے ساتھ ذہنی وفکری اور اخلاقی تربیت بھی ہوتی ہے۔ ہر نظام کو خوب صورتی کے ساتھ انجام تک پہنچانے کے لیے اس سے وابستہ افراد کے دائرہ کار مقرر ہوتے ہیں، کیوں کہ اس کے بغیر وہ نظام انتشار اور ناکامی کا شکار ہوجاتا ہے۔ خاندانی نظام بھی اسی دائرہ کار اور خاندان سے وابستہ افراد کی طرف سے متعینہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کلکم راع وکلکم مسؤول عن رعیتہ الخ''

تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ امام نگراں ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگراں ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

اسلام کے خاندانی نظام میں دو چیزوں کی خاص اہمیت ہے: رشتہ داروں کا پاس ولحاظ اور حقوق کی ادائیگی۔ چنانچہ صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے، اور قطع رحمی سے سختی سے روکا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اللہ سے، جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور ناطہ توڑنے سے بچو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے'' (النساء: ۱)۔

قرابت کے احترام کو ملحوظ رکھنے اور صلہ رحمی کرنے سے معاشرہ میں پیار ومحبت کے جذبات عام ہوتے ہیں، باہمی عداوت کا خاتمہ ہوتا ہے، مشکلات کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے اور باہمی تعاون کے جذبات کو مہمیز ملتی ہے۔ اس طرح معاشرے کے تمام افراد باہری خطرات اور شرارتوں سے حد درجہ مامون ہوجاتے ہیں اور ہر طرف خوش حالی کا ماحول پیدا ہوجاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: '' من سرہ ان یمد لہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عن میتۃ السوء فلیتق اللہ و لیصل رحمہ '' جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت سے محفوظ رہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کو لازم پکڑے۔

اسلامی نظام خاندان کی بنیاد ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت اور حفاظت پر رکھی گئی ہے۔ اس کے بغیر خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے۔ مغرب کا خاندانی نظام انفرادیت کے جذبات سے آلودہ ہوکر اس قدر کوتقریبا کھو چکا ہے۔ وہاں افراد خاندان کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں کا خاندانی نظام کم زور سے کم زور تر ہوتا چلا گیا ہے۔ اسلام کے تصور خاندان میں ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنے اور ہر ممکن ان کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔

خاندان میں اولین حیثیت زروجین کو حاصل ہے، جن پر خاندان کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ خاندان کی اس مضبوط اکائی کو منظم کرنے کے لیے باہمی الفت ومحبت اور حسن سلوک ضروری ہے۔ چنانچہ ایک طرف عورت کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اعمال وکردار اور تمام طرز عمل میں اس معیار پر قائم رہے کہ شوہر جب بھی اس کے اور اس کے معاملات پر نظر ڈالے تو اسے خوشی اور اطمینان کی کیفیت حاصل ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عورت کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''التی تسرہ اذا نظر وتطیعہ اذا أمر و لا تخالفہ فی نفسھا و لافی مالہ بما یکرہ''

وہ عورت کہ جب اس کا خاوند اس کی طرف دیکھے تو خوش ہوجائے، جب اسے کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات سے متعلق اور مالی معاملات میں وہ کام نہ کرے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ دوسری طرف مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ بھی عورت کی حق تلفی نہ کرے، اس کی پسند وناپسند کا خیال رکھے اور اس کے ساتھ ہمیشہ خوش گوار طرز عمل اختیار کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے'' (النساء: ۱۹)۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کامل مومن وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر اخلاق والے وہ ہیں جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہو۔

خاندان کا دوسرا عنصر والدین ہیں۔ ان کے بغیر کوئی خاندان وجود میں نہیں آسکتا۔ اس لیے اسلام والدین کے مقام ومرتبہ کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ والدین کی عظمت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعد ان دونوں کا مقام ومرتبہ بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے: ''وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحسانا'' (بنی اسرائیل: ۲۳) اور تمہارے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔

اسلامی نظام خاندان میں والدین کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کی نافرمانی اور ان سے بے توجہی کو سخت ترین گناہ شمار کیا ہے اور اولاد پر والدین کی کفالت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق قرآن وحدیث کی صراحتوں کی معنویت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا نہایت ترقی یافتہ سماج والدین کو بڑھاپے میں بوجھ سمجھ کر اولڈ ایج ہوم میں چھوڑ آتا ہے۔

خاندان کا تیسرا عنصر اولاد ہے۔ اسلام نے اولاد کے حقوق ماں باپ پر عائد کیے ہیں، ان کے ساتھ شفقت کی تاکید کی ہے، ان کی پرورش اور دینی واخلاقی اور ظاہری وباطنی تربیت کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''یأیھا الذین آمنوا قوا أنفسکم وأھلیکم نارا'' (التحریم: ۶)

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''مانحل والدولدہ أفضل من أدب حسن'' کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے اچھا عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو ادب سکھائے۔

خاندان کا ایک اہم ستون اہل قرابت اور رشتہ دار ہیں۔ ان کے بغیر خاندان کی خوب صورتی بے معنی ہوجاتی ہے۔ مغرب کا نظام خاندان اہل قرابت اور رشتہ داروں سے حاصل ہونے والی پر لطف زندگی سے ناآشنا ہے۔ وہاں دور دور تک رشتہ داری کے پاس ولحاظ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلامی نظام خاندان میں اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور ان کے ساتھ خیر خواہی اور غم گساری کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو'' (بنی اسرائیل: ۲۶)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی'' (النحل: ۹۰)

اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے۔

ان کے علاوہ متعدد آیات ہیں، جن میں رشتہ داری کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے اور رشتہ داری کے تقاضوں کو ہر پل نبھانے کی تاکید کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس سے پہلوتہی کرنے والوں اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت نہ کرنے والوں کو سخت وعید کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

والدین اور اساتذہ سے بچوں کا باہمی رشتہ

احسان عالم

جستجو یعنی نئی چیزوں کی کھوج انسانی زندگی کا اساسی پہلو ہے۔ یہ جستجو انسان سے کبھی بڑے کارنامے بھی کرواڈالتی ہے۔ اپنے بچپن سے ہی یہ خوبی انسان میں پیدا ہوجاتی ہے۔ ہر شے کے لئے تجسس، چیزوں سے متاثر ہونے کی صلاحیت، نتیجہ اخذ کرنے اور تعقل کرنے کی قابلیت اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی ہے۔ یعنی انسان اپنے بچپن میں بہت حساس ہوتا ہے۔ بچپن میں جن چیزوں کو دیکھتا ہے اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ جن چیزوں کو وہ استعمال کرتا ہے ان کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں سے طرح طرح کے سوالات کرتا ہے۔ کچھ سوالات بڑوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں، از روئے فطرت کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ قبل از وقت سن شعور کی پختگی کو پہنچ جاتا ہے تب وہ آگے چل کر اپنی ذات میں ایک مثال ایک تاریخ بن جاتا ہے۔ بچوں کی ان ہی خوبیوں پر جو لوگ نظر رکھتے ہیں وہ بچوں کے لئے نظمیں، کہانیاں، کچھ ہدایات کے زریں نمونے اور سائنسی ادب تحریر کرتے ہیں۔ بچے اپنی زندگی میں اونچا مقام حاصل کرسکیں اس کے لئے دو شخصیتیں کافی اہم ہیں۔ ایک والدین اور دوسرے اساتذہ۔ اگر بچوں سے والدین اور اساتذہ کا باہمی رشتہ قائم رہے تو ان کی زندگی میں یقینی طور پر نکھار پیدا ہوگا۔

ایسا سمجھا جاتا ہے کہ استاد کا کام بچوں کو صرف تعلیم دینا ہے اور تربیت کی ذمہ داری والدین کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تعلیم اور تربیت دو مختلف چیزیں نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہیں۔ جدید تعلیمی نفسیات کے ماہروں نے اسے کچھ اس طرح سے سمجھا کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم بغیر تربیت کے اور تربیت بغیر تعلیم کے ادھوری ہے۔ اساتذہ اور والدین کا باہمی رشتہ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت اہم ہے۔ والدین کے لئے اس واسطے کہ میدان میں اس کی کارکردگی، ساتھ ہی ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ ان کے روابط سے جانکاری حاصل کرسکیں۔ اساتذہ کے لئے یہ تعلقات اس لئے لازمی ہیں کہ وہ بچے کو مکمل طور پر جان اور سمجھ سکیں اور ان کی نجی زندگی کا کوئی رخ ان سے پوشیدہ نہ رہے۔ والدین استاد کو گھر میں بچے کے رویے، اس کے مزاجی رجحانات، اس کی عادات اور اس کی پسند ناپسند کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتے ہیں۔ گھر میں ہونے والے مختلف واقعات وحالات اور حادثات بچوں کی جذباتی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ استاد کا ان سب سے باخبر رہنا نہایت ضروری ہے۔ اساتذہ اور والدین کا باہمی رشتہ اس لئے بھی بے حد ضروری ہے کہ والدین بچے کا بہت قریبی علم رکھتے ہیں۔ دوسری جانب اساتذہ بچوں کی نفسیات کے بارے میں ماہرانہ علم رکھتے ہیں۔ لہٰذا دونوں کے ملنے اور تبادلۂ خیال کرنے سے ایسے نتائج مرتب ہوسکتے ہیں جو بچے کی زندگی پر خوشگوار اثر ڈالیں اور جن سے بچے کے لئے مفید رہنمائی حاصل ہوسکے، استاد اور والدین دونوں کے سامنے ایک مقصد ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت صحیح ڈھنگ سے ہوسکے۔ اگر والدین اور استاد دونوں ایک دوسرے کے لئے معاون ہوں اور وہ ایک دوسرے کے نظریات اور ایک دوسرے کی مشکلات کا علم رکھیں تو یہ کام یقیناً زیادہ احسن طریقے سے انجام پاسکتا ہے۔

تعلیم کا مقصد ایک مخصوص نصاب سے کچھ کورس رٹوا کر بچوں کو امتحان پاس کرانا یہ قطعی درست نہیں۔ استاد کا سب سے بڑا اور سب سے مقدس فرض یہ ہے کہ وہ بچے کی زندگی کو کڑے امتحان سے گزرنے کے لئے تیار کرے۔ اس تیاری کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ بچے کی علمی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی عملی زندگی پر بھی نظر رکھے۔ عملی زندگی پر نظر رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ استاد کا تعلق بچوں کے والدین سے ہو۔ بچوں کے والدین بھی استاد کی پوری مدد کریں۔ اسکول میں استاد بہت تھوڑے وقت کے لئے بچوں سے ملتے ہیں اور اتنے کم وقت میں استاد اور شاگرد کے درمیان بے تکلف نہیں ہوپاتے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بچوں کی پوری زندگی استاد کے سامنے بے نقاب نہیں ہوسکتی۔ اگر والدین اور استاد میں ایک ربط ہو تو استاد بچوں کی حقیقت سے آشنا ہوجائیں گے اور اسکول کے حرکات وسکنات بھی والدین کے سامنے آجائیں گے۔

استاد دنیا کا سب سے خوش نصیب شخص ہے۔ خوش نصیب اس لحاظ سے کہ اسے وہ فرض عطا کیا گیا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو دیا تھا، یعنی لوگوں کو تعلیم دینا اور دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنا۔ علم کا درجہ بہت بلند ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس علم کو دوسروں تک پھیلاتا ہے، اس کا مرتبہ یقیناً بہت بلند ہے۔ جب استاد نہیں تھے تو دنیا میں جہالت اور تاریکی تھی، استاد نے اس تاریکی کو علم کی روشنی سے دور کیا۔ علم کی بدولت دنیا میں تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلی۔ لوگوں میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا سلیقہ آیا۔ ہر لحاظ سے ہر سطح پر ترقی آئی۔ چونکہ اس ترقی اور تہذیب کا سہرا استاد کی اہمیت ہر انسان کے لئے مسلم ہے اور ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کا احترام کرے۔

اسلام میں استاد کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استاد کی حیثیت روحانی باپ کی ہے اور اس کا حق اپنے شاگردوں پر اتنا ہے جتنا کہ کسی باپ کا حق اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ایک حرف بھی پڑھادیا اس کا احترام لازم ہوگیا۔ اگر ایک حرف پڑھانے والے استاد کا قدر بلند ہے تو اس سے استاد کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس نے انسان کو نہ صرف علم کے زیور سے آراستہ کیا بلکہ اسے کامیاب زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا۔

گھر پر بچہ پورے طور پر آزاد ہوتا ہے اور والدین کے سامنے اس کی پوری زندگی، اس کی تمام حرکات وسکنات کھلی کتاب کی مانند ہوتے ہیں۔ بچوں کی نفسیاتی خوبیاں گھر سے زیادہ اسکول میں نمایاں ہوتی ہیں جب کہ اسے بہت سے کلاس ساتھی اور ہم عصر کھیلنے کے لئے ملتے ہیں۔ استاد کو بچوں کی ایک بڑی تعداد کو کنٹرول کرنا پڑتا ہے اور اسے بچوں کی گروہی جبلت سے فائدہ اٹھانا پڑتا ہے۔ بچے بہت کچھ آپس میں ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔ مل جل کر کھیلنا، خراب حالات میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا یہ سب عادتیں بچے اسکول میں سیکھتے ہیں۔

انسان ایک سماجی حیوان ہے۔ مل جل کر رہنا اس کی فطرت میں شامل ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی بہت پہلے شروع ہوئی اور اس کا آغاز اسی وقت ہوگیا تھا جب انسان نے آنکھ کھول کر یہ دیکھا تھا کہ وہ انفرادی طور پر آفات ارضی وسماوی سے نپٹنے کے قابل نہیں ہے۔ انسان کی اجتماعی طاقت نے اسے یہ ہنر عطا کیا کہ تہار ہنے میں نقصان ہے اور مل جل کر رہنے میں فائدہ ہے۔ اس فائدے کی امید نے اسے معاشرے کی تشکیل کرنے پر مجبور کیا۔ انسان جس معاشرے کا فرد ہوتا ہے اس پر معاشرے کی جانب سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح معاشرے پر انسان کے کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں، انسان اگر ایک اچھا شہری ہے تو وہ ان حقوق وفرائض کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرسکتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ بچوں کو معاشرتی زندگی کے درست تصور سے آگاہ کرائیں اور انہیں اپنے معاشرے کا احترام کرنا سکھائیں۔ سماجی نفسیات اس چیز کی متقاضی ہے کہ بچوں میں اجتماعی جبلت کی درست تربیت ہوتا کہ وہ آگے چل کر اپنے اردگرد کی دنیا کے ساتھ صحیح طریقے پر گامزن ہوسکیں اور بڑے ہوکر اپنے ملک وقوم کی خدمت کرسکیں۔ ان کا شمار ایک کامیاب اور اچھے شہری کے طور پر ہو۔

عیسوی کلینڈر کا نیا ماہ وسال

مولانا عبداللطیف ندوی

چند دنوں بعد انگریزی سال عیسوی کا نیا سال 2022 آنے والا ہے۔ تمام مذاہب اور قوموں میں تیوہار اور خوشیاں منانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ہر ایک تیوہار کا کوئی نہ کوئی پس منظر ہے اور ہر تیوہار کوئی نہ کوئی پیغام دے کر جاتا ہے، جن سے نیکیوں کی ترغیب ملتی ہے اور برائیوں کو ختم کرنے کی دعوت ملتی ہے؛ لیکن لوگوں میں بگاڑ آنے کی وجہ سے ان میں ایسی بدعات وخرافات بھی شامل کردی جاتی ہیں کہ ان کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کے منازل طے کرتی گئی اور مہذب ہوتی گئی انسانوں نے کلچر اور آرٹ کے نام پر نئے جشن اور تیوہار وضع کیے انھیں میں سے ایک نئے سال کا جشن ہے۔

دراصل یہ نئے سال کا جشن عیسائیوں کا ایجاد کیا ہوا ہے، عیسائیوں میں قدیم زمانے سے نئے سال کے موقع پر جشن منانے کی روایت چلی آرہی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق 25 / دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی کی خوشی میں کرسمس ڈے منایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا میں جشن کی کیفیت رہتی ہے اور یہی کیفیت نئے سال کی آمد تک برقرار رہتی ہے، نئے سال کے جشن میں پورے ملک کو رنگ برنگی لائٹوں اور قمقموں سے سجایا جاتا ہے اور 31 / دسمبر کی رات میں 12 / بجنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور 12 / بجتے ہی ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے، کیک کاٹا جاتا ہے، ہر طرف ہیپی نیو ئیر کی صدا گونجتی ہے، آتش بازیاں کی جاتی ہیں اور مختلف نائٹ کلبوں میں تفریحی پروگرام رکھا جاتا ہے۔

آج ان عیسائیوں کی طرح ہم بھی نئے سال کے منتظر رہتے ہیں اور 31 / دسمبر کا بے صبری سے انتظار کرتے ہیں، ہم نے اپنے اقدار وروایات کو کم تر اور حقیر سمجھ کر نئے سال کا جشن منانا شروع کردیا ہے۔ جب کہ یہ عیسائیوں کا ترتیب دیا ہوا نظام تاریخ ہے۔ ہمارا اپنا قمری اسلامی نظام تاریخ موجود ہے جو نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے مربوط ہے، لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر کو اس کا علم بھی نہیں ہوپاتا۔

آج ہم نئے سال کی آمد پر جشن مناتے ہیں کیا ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس نئے سال کی آمد پر ہماری زندگی کا ایک برس کم ہوگیا ہے، زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش قیمتی نعمت ہے اور نعمت کے کم ہونے پر خوشی نہیں منائی جاتی۔ بلکہ افسوس کیا جاتا ہے، نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہوگیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں۔ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے۔ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔ اسی لیے نبی کریم کا ارشاد ہے کہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ ورنہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟ انسان غلطی کا پتلا ہے اس سے غلطیاں تو ہوں گی ہی، کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کردیتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہورہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بلکہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب ہوجائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کردیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے، ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں بلکہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحات زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم وارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔ ساتھ ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایک اہم امر کی طرف بھی متوجہ کریں کہ ہمارا نیا سال جنوری سے نہیں۔ بلکہ محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے جو ہو چکا ہے اور ہم میں سے اکثروں کو اس کا علم بھی نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قمری اور ہجری سال کی حفاظت کریں اور اپنے امور اسی تاریخ سے انجام دیں اس لیے کہ ہماری تاریخ یہی ہے چونکہ ہر قوم اپنی تاریخ کو کسی خاص واقعے سے مقرر کرتی ہے اس لیے ہم نے نے اپنی تاریخ کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں حضرت علی المرتضی کے مشورے سے واقعہ ہجرت سے مقرر کیا۔ ہمیں ہجری سن دوسرے مروجہ سنین سے بہت سی باتوں میں منفرد نظر آتا ہے ہجری سال کی ابتدا چاند سے کی گئی اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا تا کہ چاند کو دیکھ کر ہر علاقے کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا جنگلوں میں، شہروں میں بستے ہوں یا دیہاتوں میں۔ نیز دور دراز جزیروں میں رہنے والے حضرات بھی چاند دیکھ کر اپنے معاملات بہ آسانی طے کرسکیں اور انھیں کسی طرح کی کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ نہ اس میں کسی کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے اور نہ کسی مادی سبب کی احتیاج ہے۔

عیسوی سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز میں عموماً ہم مشاہدہ کریں گے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں نئے سال کا جشن بڑے ہی جوش وخروش اور دھوم دھام کے ساتھ منایا جائے گا ہمارے ملک میں بھی بہت سارے افراد بالخصوص نوجوان نئے سال کی آمد کے خوشی میں جشن منائیں گے، پٹاخے دانھیں گے، آتش بازی کریں گے، گھروں میں قمقمے جلائیں گے، ایک دوسرے کو بڑی گرم جوشی کے ساتھ مبارکبادی پیش کریں گے، اور یوں اپنے روپے پیسوں کو بے تحاشا رائیگاں کیا جائے گا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں نما | محمد عادل فریدی | کیریئر و معیشت

ہند–روس معاہدہ سے باہمی تعلقات کا فروغ ہوگا: پوتن

نئے سال کے موقع پر روس کے صدر ولادیمیر پوتن نے کہا ہے کہ ہندوستان میں دونوں ممالک کے درمیان ہونے والے معاہدے پر عمل درآمد سے دوطرفہ تعاون کو بڑھانے میں مدد ملے گی۔اس موقع پر مسٹر ولادیمیر پوتن نے وزیر اعظم مسٹر نریندر مودی کو مبارکباد کا پیغام پہنچایا۔خبر رساں ایجنسی اسپوتنک نے کریملن کے حوالے سے بتایا کہ روسی صدر نے دیگر ممالک کے رہنماؤں کو بھی مبارکباد کے پیغامات بھیجے ہیں۔(یواین آئی)

ڈیلٹا، اومیکرون کے کیسز سونامی کی طرح بڑھ رہے ہیں: ڈبلیو ایچ او

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) کے ڈائریکٹر جنرل ٹیڈروس گیبریس نے کووڈ-19 کے اومیکرون اور ڈیلٹا ویریئنٹس کو دوہرا خطرہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کے کیسز سونامی کی طرح بڑھ رہے ہیں۔مسٹر گیبریس نے بدھ کے روز ایک بیان میں کہا کہ کورونا کی ان دوشکلوں کے دوہرے خطرے کے باعث کیسز کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور اسپتالوں میں مریضوں اور اموات کی تعداد میں دوبارہ اضافہ ہوگا۔انہوں نے کہا کہ مجھے گہری تشویش ہے کہ ڈیلٹا کی طرح اومیکرون بھی انتہائی متعدی ہے۔(یواین آئی)

یونیسیف نے بنگلہ دیش کو 100 کروڑ سے زیادہ کووڈ ویکسین فراہم کی

اقوام متحدہ کا فنڈ برائے اطفال (یونیسیف) نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کو مختلف عالمی طبی اداروں سے منظور شدہ مینوفیکچررز کے ذریعے جون 2021 سے اب تک 10 کروڑ کووڈ 19 ویکسین فراہم کی جاچکی ہیں۔بنگلہ دیش میں یہ تعداد منگل کے روز چین کی جانب سے بھیجی گئی 2 کروڑ 04 لاکھ 60 ہزار ویکسین کی کھیپ کے تجاوز کر گئی ہے، جس میں یہ کھیپ بنگلہ دیش کی حکومت، ایشیائی ترقیاتی بینک اور یونیسیف کے درمیان کوسٹ شیئرنگ معاہدے کے تحت بھیجی گئی ہے۔یونیسیف بنگلہ دیش میں اب تک 10 کروڑ ویکسین کی خوراکیں بھیج چکا ہے، جن میں سے یونیسیف نے پانچ کروڑ خوراکیں ''کوویکس سویدھا'' کے تحت فراہم کی ہیں۔(یواین آئی)

امریکی نیوی کا بحیرہ عرب میں ایک کشتی پر چھاپہ، 40 لاکھ ڈالر کی ہیروئن برآمد

امریکی بحریہ کے جہازوں نے بحیرہ عرب میں ایک چھاپے کے دوران 385 کلوگرام یعنی 849 پاؤنڈ، ہیروئن ضبط کی ہے جس کی مالیت کا تخمینہ تقریباً 40 لاکھ ڈالر ہے۔حکام کا کہنا ہے کہ یہ اس خطے میں بین الاقوامی بحری آپریشن کی ایک بڑی کارروائی ہے۔بین الاقوامی ٹاسک فورس نے ایک بیان میں کہا کہ یو ایس ایس ٹیمپسٹ اور یو ایس ایس ٹائفون نے مشرق وسطیٰ کے پانیوں میں محو سفر مچھلیاں پکڑنے والی ایک کشتی پر چھاپہ مارا، جس پر کسی ملک کا پرچم نہیں تھا۔تلاشی لینے پر کشتی میں چھپائی گئی منشیات کی ایک بڑی مقدار پکڑی گئی۔امریکی بحریہ نے یہ کارروائی پیر کے روز کی۔بحریہ نے کہا ہے کہ امکان یہ ہے کہ مچھلیاں پکڑنے والی یہ کشتی ایران سے آئی تھی۔امریکی بحریہ مشرق وسطیٰ میں تعینات پانچویں فلیٹ کے ترجمان کمانڈر ٹیموتھی ہاکنز نے کہا ہے کہ کشتی کے عملے کے تمام 9 ارکان نے بتایا ہے کہ وہ ایران کے شہری ہیں۔تاہم، انہوں نے اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی کہ پکڑی جانے والی منشیات کس نے تیار کیں تھیں اور انہیں کہاں بھیجا جا رہا تھا۔بیان میں کہا گیا ہے کہ سمندر میں کارروائیوں کے دوران 19 کروڑ 30 لاکھ ڈالر سے زیادہ مالیت کی غیر قانونی منشیات ضبط کی جاچکی ہیں۔یہ مقدار گزشتہ چار برسوں کے دوران پکڑی جانے والی منشیات کی مجموعی مقدار سے زیادہ ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق ہیروئن اور دیگر منشیات کو ایران اور افغانستان سے زمینی راستے سے بلقان، قفقاز کے جنوبی پہاڑی سلسلوں یا سعودی عرب سے زمینی راستوں کے ذریعے مشرق وسطیٰ اور یورپ تک میں اسمگل کیا جاتا ہے۔رپورٹ میں مزید کہا گیا تھا کہ اسمگلروں کا ہیروئن کو ایران سے جنوبی ایشیا میں پہنچانے کے لیے سمندری راستوں کے انتخاب میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔اس سلسلے میں اکثر ایرانی اور پاکستانی ملاح سری لنکا کے قریب پکڑے جاتے ہیں۔واضح ہو کہ افغانستان کے ساتھ ایران کی غیر محفوظ سرحد کی لمبائی 1,923 کلومیٹر یعنی 1195 میل ہے۔افغانستان میں دنیا بھر کی سب سے زیادہ افیون کاشت کی جاتی ہے۔اس غیر محفوظ سرحد کی وجہ سے ایران منشیات کی غیر قانونی تجارت کے لیے ایک ایسے اہم ملک میں تبدیل ہوگیا ہے جو اس کاروبار کے لیے راہداری کا کام دیتا ہے۔(بحوالہ وائس آف امریکہ)

مسجد الحرام و مسجد نبوی میں ماسک اور سماجی فاصلے کی پابندی پھر نافذ

سعودی عرب میں کورونا وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے مسجد الحرام اور مسجد نبوی سمیت ملک بھر میں ایک بار پھر سماجی فاصلہ اور ماسک پہننا لازمی قرار دیا گیا ہے۔سعودی عرب کے سرکاری خبر رساں ادارے ''سعودی پریس ایجنسی'' کے مطابق مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے امور کو دیکھنے والے ادارے نے اعلان کیا ہے کہ 30 دسمبر کی صبح سات بجے سے سماجی فاصلہ دوبارہ لازمی ہوگا۔اس اعلان کے ساتھ ہی مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نمازیوں کے لیے سماجی فاصلے کے اسٹیکرز بھی دوبارہ سے لگا دیے گئے ہیں۔ان اسٹیکرز کو اکتوبر میں کرونا پابندیوں میں نرمی کے بعد ہٹا دیا گیا تھا۔ڈبلیو ایچ او نے اپنی ایک ہفتہ وار رپورٹ میں کہا تھا کہ دنیا کے کئی ممالک میں وبا کے تیزی سے پھیلنے کی بڑی وجہ اومیکرون ہی ہے۔کئی مقامات پر اومیکرون کے سامنے آنے والے کیسز کی تعداد ڈیلٹا ویریئنٹ سے تجاوز کر چکے ہیں۔سعودی ذرائع ابلاغ کے مطابق سماجی فاصلہ اختیار کرنے کا اطلاق نمازیوں، متعین کردہ نماز کے مقامات اور عمرہ ادا کرنے والوں پر ہوگا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ نمازیوں کے درمیان سماجی فاصلہ اس لیے برقرار رکھا جائے گا تا کہ آنے والے زائرین کا تحفظ یقینی بنا جا سکے۔اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسجد الحرام اور مسجد نبوی آنے والے تمام افراد اور ورکرز کو ماسک پہننا، جاری کیے گئے اجازت نامے کے مطابق دیے گئے اوقات پر داخلے پر عمل کرنا، سماجی فاصلے کو اپنانا اور مساجد میں کام کرنے والے حکام کی ہدایات پر عمل کر کے حفاظتی اقدامات پر عمل کرنا چاہیے۔یاد رہے کہ کرونا وائرس کے پھیلاؤ کے باعث سعودی عرب نے ابتدا میں مختلف پابندیاں عائد کی تھیں اور غیر ملکیوں کے لیے عمرے پر پابندی بھی لگا دی تھی۔(وائس آف امریکہ)

جھارکھنڈ میں اردو سبھی ضلعوں کے لیے علاقائی زبانوں کی فہرست میں شامل

ڈپارٹمنٹ آف پرسنل اینڈ ایڈمنسٹریٹو ریفارمس (Department of Personnel and Administrative Reforms) حکومت جھارکھنڈ نے جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن (JSSC) کے ذریعہ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ سطح کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں ضلعی سطح کے عہدوں کے لیے پرچہ امتحان میں علاقائی اور قبائلی زبانوں کی سابقہ فہرست میں ترمیم کی ہے۔۲۷/دسمبر کو ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ جاری نوٹیفکیشن میں ضلعی سطح کے تمام عہدوں کے لیے ضلع وار علاقائی زبانوں کی فہرست میں اردو کو شامل کیا گیا ہے۔جبکہ ۲۰/دسمبر کو ضلعوں کے لیے جاری قبائلی اور علاقائی زبانوں کی فہرست بعینہ برقرار رہے گی۔خیال رہے کہ علاقائی زبانوں میں بنگلہ، مگہی اور بھوجپوری زبانوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اسی کے ساتھ جھارکھنڈ میں آٹھویں کلاس کا آن لائن رجسٹریشن فارم جمع ہو رہا ہے، اس میں اردو کو لازمی مضمون سے ہٹا کر اختیاری مضمون میں شامل کیا گیا ہے۔جس پر اردو اساتذہ نے احتجاج کرنے کا اعلان کیا ہے۔(ایجنسی)

عامر سبحانی بنے بہار کے نئے چیف سکریٹری

ڈیولپمنٹ کمشنر عامر سبحانی بہار کے نئے چیف سکریٹری بن گئے ہیں۔عامر سبحانی 1987 بیچ کی انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس آفیسر ہیں۔عامر اپنے بیچ کے ٹاپر رہے ہیں۔وہیں محکمہ سماجی بہبود کے ایڈیشنل چیف سکریٹری اتل پرساد کو ڈیولپمنٹ کمشنر کی ذمہ داری دی گئی ہے۔چیف سکریٹری تری پراری شرن دوسری میعاد کی توسیع کے بعد جمعہ کو ریٹائر ہو گئے ہیں۔اقتدار کے گلیاروں میں پہلے سے ہی یہ بات کہی جارہی تھی کہ جناب عامر سبحانی کو نیا چیف سکریٹری بنایا جائیگا۔عامر سبحانی کا آبائی ضلع سیوان ہے۔وہ اپریل 2024 تک سروس میں رہیں گے۔ان کی خاصیت یہ رہی ہے کہ وہ کبھی تنازعات میں نہیں رہے، وہ تیز رفتاری سے کام کرنے کیلئے جانے جاتے ہیں۔ان کے پاس نتیش کمار کے دور میں طویل عرصے تک محکمہ داخلہ کے پرنسپل سکریٹری کے طور پر کام کرنے کا ریکارڈ رہا ہے۔وہ طویل عرصے تک محکمہ اقلیتی فلاح و بہبود کے سکریٹری بھی رہے ہیں۔(ایجنسیاں)

آر بی آئی نے بینکوں کے لیے ''کے وائی سی'' کی تجدید مارچ 2022 تک بڑھائی

ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) نے بینکوں کے پرانے صارفین کی تفصیلات کو وقتاً فوقتاً اپ ڈیٹ کرنے کے لیے کے وائی سی رہنما خطوط میں نرمی کو 31 مارچ 2022 تک بڑھا دیا ہے۔یہ فیصلہ کووڈ کی نئی قسم کی وجہ سے بڑھتی ہوئی غیر یقینی صورتحال کے وقت صارفین اور بینک ملازمین کو پریشانیوں سے بچانے کے لیے لیا گیا ہے۔آر بی آئی نے 25 فروری 2016 کو بینکوں کے لیے اپنے موجودہ صارفین کے کے وائی سی کو وقتاً فوقتاً اپ ڈیٹ کرنے کے لیے ایک جامع ہدایت نامہ جاری کیا تھا۔(یواین آئی)

مدھیہ پردیش میں لیب ٹیکنیشین کی ویکینسی، یکم جنوری سے درخواست کا عمل شروع

نیشنل ہیلتھ مشن، مدھیہ پردیش نے لیب ٹیکنیشین کے عہدہ پر بحالی کے لیے ویکنسی نکالی ہے۔این ایچ ایم کی نوٹس کے مطابق مدھیہ پردیش میں لیب ٹیکنیشین کے 283 خالی عہدوں پر بھرتی ہوگی۔نوٹس کے مطابق ایم پی این ایچ ایم لیب ٹیکنیشین بھرتی 2022 کے لئے درخواست یکم جنوری سے 30 جنوری تک ہوں گے۔نوٹس میں کہا گیا ہے کہ نیشنل ہیلتھ مشن، مدھیہ پردیش کے تحت کانٹریکٹ بیس پر لیبارٹری ٹیکنیشین کے خالی عہدوں کے درخواست قبول کرتا ہے۔یہ کانٹریکٹ 31 مارچ 2022 تک کے لئے ہوگا جسے آنے والے سالوں کے سالانہ ایکشن پلان میں منظور شدہ طور پر تجدید کی جاسکتی ہے۔اس بھرتی کے لئے درخواست سیمس لمیٹیڈ کے ویب پورٹل www.sams.co.in کے ذریعے دی جاسکے گی۔آن لائن درخواست کے لئے لنک یکم جنوری 2022 سے ایکٹیو کردی جائے گی۔آف لائن درخواست کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کی جائے گی۔امیدواروں کے پاس میڈیکل لیبارٹری میں بیچلر ڈگری ہونی چاہیے۔ساتھ ہی مدھیہ پردیش پیرامیڈیکل کاؤنسل میں رجسٹریشن ضروری ہے۔امیدواروں کی عمر 21 سے 40 سال کے درمیان ہونی چاہیے۔ایس سی، ایس ٹی، او بی سی، معذور اور خواتین کے لئے عمر کی حد میں زیادہ سے زیادہ 5 سال تک کی چھوٹ ملے گی۔(نیوز۔۱۸اردو)

آئی آئی ٹی مدراس لگاتار تیسری بار اے آر آئی آئی اے رینکنگ میں پہلے مقام پر

مرکزی وزارت تعلیم اور آل انڈیا ٹیکنیکل ایجوکیشنل کاؤنسل کی جانب سے جاری اٹل رینکنگ آف انسٹی ٹیوشنس آن انوویشن اچیومینٹس (ARIIA) میں آئی آئی ٹی مدراس نے ایک بار پھر بازی ماری ہے اور پہلا مقام حاصل کیا ہے۔گذشتہ تین سالوں سے لگاتار آئی آئی ٹی مدراس پہلے مقام پر رہ رہا ہے۔اس فہرست میں آئی آئی ٹی بامبے دوسرے اور آئی آئی ٹی دہلی تیسرے مقام پر ہے۔انوویشن اور انٹرپریزشپ کو بڑھاوا دینے والی اس رینکنگ میں ملک کے سات آئی آئی ٹی کالجوں نے ٹاپ ٹین میں اپنی جگہ بنائی ہے۔اس فہرست میں آئی آئی ٹی کانپور چوتھے اور آئی آئی ٹی روڑکی پانچویں مقام پر ہے۔اس کے بعد انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کرناٹک، آئی آئی ٹی حیدرآباد، آئی آئی ٹی کھڑگ پور، این آئی ٹی کالی کٹ اور موتی لال نہرو نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی بالترتیب چھٹے، ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں مقام پر ہیں۔یونیورسٹیوں کی فہرست میں پنجاب یونیورسٹی نے پہلا، دہلی ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی نے دوسرا، نیتاجی سبھاش یونیورسٹی دہلی نے تیسرا، چودھری چرن سنگھ ہریانہ ایگریکلچرل یونیورسٹی ہریانہ نے چوتھا، اویناش لنگھم انسٹی ٹیوٹ فار ہوم سائنس اینڈ ہائیر ایجوکیشن فار وومین نے پانچواں، انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل ٹیکنالوجی نے چھٹا، گجرات ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی نے ساتواں، ساوتری بائی پھولے یونیورسٹی پونے نے آٹھواں، گجرات یونیورسٹی نے نواں اور پیریار یونیورسٹی تمل ناڈو نے دسواں مقام حاصل کیا ہے۔انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل امپورٹنس میں اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (IGNOU) دہلی نے پہلا اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ کوزیکوڈ کیرالہ نے دوسرا مقام حاصل کیا ہے۔(بحوالہ www.ariia.gov.in)

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

امارت شرعیہ کے اہداف کو پورا کرنے کی مشترکہ جدوجہد ہم سب کی ذمہ داری : مولانا محمد انظار عالم قاسمی

ضلع سہرسہ کے مختلف مواضعات میں دورۂ وفد کے موقع پر علماء کرام کا خطاب

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی اوراپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ دینی امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی تابعداری نہیں کی اس نے گویا میری پیروی نہیں کی، غرض امیر شرعی کی اطاعت اوران کی تابعداری ایک اہم ایمانی ذمہ داری کی حیثیت رکھتی ہے، بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مسلمان خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے انہیں امارت شرعیہ کی برکت سے ایک امیر شرعی کے سایہ میں زندگی گذارنے کا موقع نصیب فرمایا ہے، اورآیت قرآنی کے تقاضہ پرعمل کی توفیق بخشی ہے، یہ ایک عظیم مذہبی نعمت ہے، اس لئے ہرمسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امیر شریعت کی مکمل تابعداری اوران کے احکام کی بجاآوری کے لئے عملی طور پر تیار رہے، ایک امیر کی ماتحتی میں دینی زندگی گذارنے سے اجتماعی قوت بھی حاصل ہوگی اوردینی امور کو منظم اور بہتر طور پر انجام دینا بھی آسان ہوگا۔ یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ اس وقت امارت شرعیہ کو حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی جیسا، جواں سال، دور اندیش، حالات اور زمانے کا نبض شناس، دینی وعصری علوم کا سنگم، جرأت مند، صاحب بصیرت، صاحب تقویٰ، عالی نسب، دوررس ودوربیں قائد عطا کیا ہے، جن کی رہنمائی اورسرپرستی میں امارت شرعیہ نے ہرشعبہ میں توسیع اورترقی کا واضح منصوبہ اور ہدف متعین کیا ہے اورمنصوبہ بندی کے ساتھ عملی جدوجہد کررہی ہے۔ یہ باتیں قائد وفد مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے ضلع سہرسہ کے مختلف مواضعات میں وفد امارت شرعیہ کے اصلاحی ودعوتی دورہ کے موقع پر کہیں۔ خیال رہے کہ دورۂ وفد کا یہ پروگرام جمعرات کو جامع مسجد دگھیا، ضلع سہرسہ اور جمعہ کو جامع مسجد سلند آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے قاضی شریعت نے مزید کہا کہ انہوں نے مزید کہا کہ امارت شرعیہ تمام لوگوں کے مجموعہ کا نام ہے، فرد کا نام نہیں ہے، آج حضرت والا کے حکم سے امارت شرعیہ کے علماء کا وفد یہاں فروکش ہے، حضرت امیر شریعت کی ہدایت ہے کہ ہم صرف مالی استحکام کے لیے نہیں بلکہ معاشرے اوراس علاقہ کے دینی وفکری اصلاح کے لیے جائیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو تنہا نہیں رکھا ہے بلکہ لوگوں اور سماج سے جوڑا ہے، ماں باپ سے، بیوی سے، بھائی بہن سے، پڑوسیوں سے، ضلع وریاست اور ملک سے جوڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہرانسان کو ایک لمبی دنیا دے کر بھیجا ہے، صرف اپنے بارے میں سوچنا اللہ اوردین کی تعلیم نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا پڑوسی بھوکا رہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت امیر شریعت جیسی شخصیت ہمارے پاس ہے جو دن رات ہماری فکر میں رہتے ہیں، اوروہ چاہتے ہیں کہ ہم ہروقت متحرک رہیں۔ ہم اورآپ کی ذمہ داری ہے کہ ان کے چشم وابرو کے اشارے کو سمجھتے ہوئے کام کریں۔ امارت شرعیہ کا یہ وفد یہاں اس لیے آیا ہے کہ یہاں کے لوگوں کی وابستگی امارت شرعیہ سے مضبوط ہو اور امارت شرعیہ کا پیغام عام ہو۔ امارت شرعیہ کا پیغام ہے کہ اتحاد واتفاق قائم کیا جائے، آپسی جھگڑوں کو ختم کیا جائے، دارالقضاء کے نظام کو مضبوط کیا جائے، تعلیم کو عام کیا جائے، مسلم معاشرے کو بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ سماج کی ترقی آپسی اتحاد واتفاق اورتعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضا نے اپنے خطاب میں شرعی قوانین کے حفاظت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کی حفاظت شریعت پرعمل کرنے سے ہوگی، انہوں نے لوگوں کو آپسی نزاعات ختم کرنے اور اگر کوئی معاملہ ہوتو اس کو لے کر دار القضاء میں رجوع کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے اتحاد واتفاق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہرمسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ایمانی بنیاد پر اخوت ومحبت کا تعلق ہے وہ برقرار رہنا چاہئے۔ وفد میں شامل دیگر علماء کرام نے اصلاح معاشرہ کے دیگر اہم پہلوؤں پر خطاب کیا۔ عوام کی ایک بڑی تعداد نے وفد امارت شرعیہ کا پرجوش استقبال کیا، علماء وفد کے بیانات سن کر لوگوں نے شریعت کو مضبوطی سے تھامنے اوراس کے لیے جان ومال ہرطرح کی قربانی پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا رئیس اعظم صاحب اور مولانا عبد القادر صاحب مبلغین امارت شرعیہ نے اہم کردار ادا کیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے لا جرنل کا اجراء کپل سبل کے ہاتھوں

انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں آج آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے لا جرنل ''جرنل آف لا اینڈ ریلجس افیرس'' کا اجراء کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے سنیئر وکیل اور سابق مرکزی وزیر برائے لا اینڈ جسٹس جناب کپل سبل صاحب نے کہا مسلم کمیونٹی کو مختلف اشوز پر انتظار کرنے یا ردعمل ظاہر کرنے کے بجائے خود اقدام کرنا چاہئے۔ مثلاً خواتین کا نماز کے لئے مساجد میں جانا، مختلف تنازعات میں راستہ نکالنے کے لئے اجماع اور قیاس کے راستے کو شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے استعمال کرنا چاہئے۔ لا جرنل کی ضرورت، اہمیت وافادیت پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی کلیدی تقریر میں بورڈ کے جرنل سکریٹری اور جرنل کے چیف ایڈیٹر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ایڈوکیٹ کپل سبل اورمحترم جج بیگڈے کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی موجودگی سے اس پروگرام کو زینت بخشی۔ انہوں نے آگے کہا کہ اس جرنل کا اجرا کے ذریعہ بورڈ اپنے قارئین کو قانون کی اہمیت اور قانون کے ذریعہ سماج میں امن اور اسلامی شریعت کے نفاذ سے واقف کرانا چاہتا ہے اسی طرح اس کا ایک بنیادی مقصد ان غلط فہمیوں اور اعتراضات کو بھی رفع کرنا ہے جو احکام شریعہ کے تعلق سے وقتاً فوقتاً اٹھائے جاتے ہیں۔ جرنل کے ایڈیٹر ایڈوکیٹ جناب ایم آر شمشاد صاحب نے جرنل کے اجرا کے بعد کہا کہ ہم دانشوروں، اساتذہ، ماہرین قانون سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے مضامین اور آرائے سے اس جرنل کی فادیت میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ سینئر ایڈوکیٹ شجے ہیگڈے نے اس موقعہ پر کہا کہ دانشورانہ اور تحقیقی کوششوں کے ذریعہ ہم عوام تک پہنچ سکتے ہیں اس طرح کے جرنل کے ذریعہ لوگوں کے کنفیوژن کو دور کرسکتے ہیں۔ ہندوستان میں بہت سارے ماہرین قانون نے پرسنل لا کے اشوز پر قیمتی اضافے کئے ہیں۔ ہمیں امریکہ کی سول لبرٹی یونین سے سیکھنا چاہئے کہ کس طرح انہوں نے اپنی جدوجہد سے مساوات کی لڑائی اور قوانین کے اصول ونظریات کو ترتیب دیا ہے۔ اس موقع پر بورڈ کے نائب صدر جناب ڈاکٹر سید علی محمد نقوی صاحب، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ، جماعت اسلامی ہند کے امیر جناب سید سعادت اللہ حسینی صاحب، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب، مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب شاہی امام مسجد فتحپوری نے بھی مختصر تقاریر سے پروگرام کو زینت بخشی۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے عزت مآب جسٹس کے جی بالا کرشنن سابق چیف جسٹس آف انڈیا، عزت مآب جناب بدر دریز سابق چیف جسٹس، اورعزت مآب اودے للت سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف انڈیا کے پیغامات پڑھ کر سنائے اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کی نظامت ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے کی۔

جاڑے میں گرم کپڑے اور کمبل سے غرباء کو راحت پہونچائیں: مولانا محمد شبلی القاسمی

جاڑے کی شدت بڑھتی جارہی ہے، موسم کا مزاج بدل رہا ہے، آئندہ چند دنوں میں اس میں اور تیزی آنے کی توقع ہے، ایسے وقت میں غرباء ومساکین کو بڑے پیمانے پر کمبل اورگرم کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرباء ومساکین کی اس ضرورت کو پورا کرنا بڑا کارثواب ہے۔ امارت شرعیہ کی جانب سے بھی ہرسال غرباء کے درمیان کمبل تقسیم کیے جاتے ہیں، اس سال بھی یہ کام کیا جائے گا۔ خاص کر دیہاتوں میں کمبل کی تقسیم کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی نے اہل خیر حضرات سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کارخیر میں حصہ لیں، خاص طور پر دیہاتوں میں جہاں سخت سردی پڑتی ہے اور وہاں غربت بھی زیادہ ہے، ان علاقوں کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کمبل کی فراہمی میں اپنا تعاون دیں۔ اصحاب خیر حضرات اپنے اپنے علاقوں میں اپنی استطاعت کے مطابق اپنے طور پر اس کارخیر کو کریں۔ اگر امارت شرعیہ کی معرفت وہ مستحقین تک کمبل پہونچانا چاہتے ہیں تو جو حضرات اپنی طرف سے جتنے کمبل مستحقین کو بھیجنا چاہتے ہوں، ان کی قیمت بیت المال امارت شرعیہ میں ارسال فرمادیں، یا خود کمبل خرید کر بھی امارت شرعیہ بھیج سکتے ہیں، یہاں سے مستحقین کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔ جناب قائم مقام ناظم صاحب نے مزید کہا کہ جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرتا ہے، خاص طور مصیبت کی اس گھڑی میں مصیبت زدگان کی راحت رسانی ہرمسلمان کی انسانی وایمانی ذمہ داری ہے۔ ساتھ ہی اپنے طور پر اپنے محلہ اور علاقہ کے ضرورت مند افراد کی مدد کریں، رشتہ داروں میں کوئی ضرورت مند ہوتو اس کا خیال کریں، یہ بڑا کارثواب ہے، امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس طرف فوری توجہ دیں گے۔

ڈاکٹر سید یاسر حبیب بہار شری کے ایوارڈ سے نوازے گئے

امارت شرعیہ کے ذمہ داروں اور مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹروں نے دی مبارک باد

معروف ماہر معالج ودندان ڈاکٹر سید یاسر حبیب ڈی ٹی وی بھارت کی جانب سے ''بہار شری'' کے اعزاز سے نوازے گئے ہیں۔ ڈی ٹی وی بھارت کے زیر اہتمام منعقد ایک تقریب میں وزیر صحت حکومت بہار عزت مآب منگل پانڈے اور وزیر برائے پنچایتی راج حکومت بہار عزت مآب سمراٹ چودھری نے اپنے ہاتھوں سے ڈاکٹر صاحب کو مومنٹو پیش کرکے عزت افزائی کی۔ خیال رہے کہ ڈاکٹر سید یاسر حبیب بہار کے معروف ماہر دندان معالجوں میں شمار ہوتے ہیں۔ طبی خدمات کے علاوہ سماجی خدمات اور خدمت خلق کے باب میں بھی ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں۔ امارت شرعیہ کے مولانا سجاد میموریل اسپتال اور دیگر پلیٹ فارم سے ایک عرصے سے طبی وسماجی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس ایوارڈ پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے سکریٹری اور امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا احمد حسین قاسمی، امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داروں اور کارکنان نے نیز مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹر حضرات نے انہیں مبارک باد پیش کی ہے۔ خاص طور پر جناب سید نثار احمد میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، جناب ڈاکٹر نذیر احمد خان، جناب ڈاکٹر غلام محی الدین اشرفی، ڈاکٹر عمران صاحب، ڈاکٹر شبانہ، ڈاکٹر جاوید انور، اعجاز احمد، اصغر علی وغیرہ نے ڈاکٹر صاحب کو مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب مستقبل میں بھی یوں ہی اپنی طبی وسماجی خدمات کے ذریعہ قوم وملت کی خدمت کرتے رہیں۔

قاضی شریعت کے ذریعہ سہرسہ میں مسجد کا سنگ بنیاد

مسجد اسلامی سوسائٹی کی ضرورت ہے، اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو ترجیحی بنیاد پر مسجد کی تعمیر کی، اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد کی تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں گھر بنائے گا، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے قاضی شریعت حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی نے احمد پور جائی ضلع سہرسہ میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد کیا، انہوں نے کہا اللہ کے نبی کے زمانے میں مسجدیں محض نماز کے لیے استعمال نہیں ہوتی تھیں بلکہ مسلمانوں کی بہت سی سرگرمیوں کا مرکز ہوتی تھیں، مختلف طرح کے مسائل کے تصفیے بھی مسجدوں ہی میں ہوتی تھیں درس و تدریس کا سلسلہ بھی مسجدوں ہی میں جاری رہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے جو وفود آتے تھے وہ بھی مسجدوں ہی میں ٹھہرتے تھے، چندے بھی مسجدوں ہی میں جمع ہوتے تھے، ضرورت ہے کہ پھر سے مسجد کی مرکزیت کو بحال کیا جائے، اور مسجدوں سے سماجی فلاح وبہبود کے دوسرے کام بھی لئے جائیں، مکتب کا مضبوط انتظام بھی مسجد کے تحت ہو، مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی، مولانا عبد القادر اور مولانا رئیس اعظم مبلغین امارت شرعیہ کے علاوہ سماج کے بااثر افراد اور معزز شخصیات موجود تھیں۔ واضح ہو کہ امارت شرعیہ کا ایک دعوتی اور اصلاحی وفد ضلع سہرسہ اور اس کے مضافات کا دورہ کررہا ہے۔

Scanned with CamScanner

اکبرالہ آبادی بنام اکبر پریاگ راجی

اداریہ انڈین اکسپریس (۳۱؍ دسمبر ۲۰۲۱ء) ترجمہ محمد عادل فریدی

ہندوستان میں نام بدلنے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ انگریزوں نے ایک زمانے میں سامراجی تکبر میں مقامی ناموں کو بدلنے کی روایت شروع کی تھی۔ ہندوستان کے کچھ نام نہاد قوم پرست حکمران اب تاریخ کا بدلہ لینے کے لیے شہروں اور قصبوں، گلیوں اور اسٹیڈیموں کے نام بدل رہے ہیں اور پرانے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی نام بدلنے کی قواعد کبھی کبھی بہت ہی بچکانی اور مضحکہ خیز ہو جاتی ہے۔ اس کی تازہ مثال یوپی حکومت کے ڈپارٹمنٹ آف ہائیر ایجوکیشن کی ویب سائٹ میں اکبرالہ آبادی کے نام کو بدل کر اکبر پریاگ راجی کر دینا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حکومتی ادارے نام بدلنے پر ہی بس کرنا نہیں چاہتے بلکہ اس سے بھی زیادہ کام کرنا چاہتے ہیں — نہ صرف سیاسی مقاصد کے لیے تاریخ کو توڑ مروڑ کر دوبارہ لکھنے، بلکہ مرنے والوں کو ایک نئی ڈیجیٹل آئی ڈی بھی دینے کی مذموم کوشش ہو رہی ہے۔

اتر پردیش ہائر ایجوکیشن سروسز کمیشن کی ویب سائٹ پر، اردو شاعر اکبر الہ آبادی، جن کے تخلص نے اس شہر کو خراج عقیدت پیش کیا جس میں وہ رہتے تھے اور 1920 کی دہائی میں اپنی وفات تک کام کرتے رہے، ان کا نام بدل کر اکبر پریاگ راجی رکھا گیا ہے۔ یقیناً اس حرکت سے شاعر کی روح کو مزہ نہ آیا ہوگا بلکہ اسے گہری تکلیف پہونچی ہوگی۔ سب جانتے ہیں کہ اکبرالہ آبادی ایک عظیم طنز نگار تھے، برطانوی حکومت کی نوکری کرنے کے باوجود ایک قوم پرست تھے، اور ہندو مسلم اتحاد پر نہ صرف پختہ یقین رکھنے والے بلکہ اس کے علمبردار تھے، ان کا پختہ یقین تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تقدیر لازم وملزوم ہیں، انہیں اس ملک میں الگ الگ خانوں میں نہیں بانٹا جا سکتا۔ ان کی نظر میں الہ آباد اور پریاگ راج آپس میں کبھی نہ ملنے والے ندی کے دو کنارے نہیں تھے، بلکہ وہ اسے سنگم مانتے تھے، جہاں اللہ باد پریاگ راج کے دل میں بستا تھا اور پریاگ راج الہ آباد کی جان میں شامل تھا۔ لیکن آج ان کی موت کے تقریباً ایک صدی بعد، ان کے شہر کا نام، حکمرانوں کو مغلوں کی حکمرانی کی یاد دلانے لگا ہے اور اس میں وہ غلامی کی بو محسوس کر رہے ہیں، اسی لیے سرکاری حکم کے ذریعے اسے تبدیل کر دیا گیا۔ دراصل تعصب پسند اور تنگ نظر حکمرانوں کو ہر اس نام کو ہٹانا ہے جو ان کے ہندوتوا کے نظریہ کے مخالف ہے اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی یاد دلاتا ہے، ایسے میں الہ آباد کیسے مستثنیٰ ہو سکتا تھا؟ درحقیقت، سرکار کی اس کرتوت سے صرف اکبرالہ آبادی ہی اس توہین کا شکار نہیں ہوئے ہیں۔ دو اور شاعر، جنہوں نے اسی طرح الہ آباد کو اپنے نام کا جز بنایا تھا، ویب سائٹ پر ان کے نام بھی بدل دیے گئے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے۔ نام بدلنے سے آخر ہوتا کیا ہے؟ لیکن جس طرح سے ناموں کی تبدیلی کی روایت جاری ہے، اس سے لگتا ہے کہ نام بھی بہت چبھتے ہیں۔ ہندوستان کی نوکر شاہی مشین شاعروں کی یا شاعروں کے تخیل کی دوست معلوم نہیں ہوتی۔ یہ کہنا کہ یہ تکنیکی غلطی ہے درست نہیں معلوم ہوتی، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ یہ پوری طرح سوچی سمجھی ہوئی کارروائی ہے۔ سرکاری ویب سائٹ پر ڈالی جانے والی چیزیں پوری طرح کاغذی کارروائی کے ساتھ کی جاتی ہیں، تین کاپیاں تیار ہوتی ہیں، کئی بار اس کی چیکنگ ہوتی ہے، آخر میں اس کے درست اور صحیح ہونے کی ایک گزیٹیڈ افسر کے ذریعہ تصدیق کی جاتی ہے۔ تو کیا یہ نوکر شاہوں کے ذریعہ سوچ سمجھ کر کیا گیا کام ہے، جہاں وہ حکومت کے ہر حکم کو بعینہ نافذ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یا کمپیوٹر کے ذریعہ فائنڈ، ریپلیس (Find/ replace) کی غلطی (error) ہے۔ یا کسی نااہل نوکر شاہ کا ناقابل تصور کام؟ یا اس میں کوئی اور مقصد پوشیدہ ہے، چونکہ موجودہ حکومت کو ہر اردو یا مسلم نام کو نئے کی طرح چبھ رہا ہے، اس لیے چن چن کر وہ اسے تبدیل کرنے میں لگی ہوئی ہے، اس لیے کوئی حیرت کی بات نہیں اگر یہاں بھی یہ مقصد کارفرما ہو؟ حالانکہ یوپی حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ تبدیلیاں غیر ارادی تھیں اور ویب سائٹ کو ہیک کر لیا گیا تھا۔ اب الہ آباد کی نام دوبارہ بحال کر دیا گیا ہے۔ اکبر پریاگ راجی کا دلچسپ معاملہ فی الحال تو دب گیا، لیکن حکومت اور نوکر شاہوں کی تنگ نظر ذہنیت کی پول کھول گیا۔

دھرم کے نام پر دھندا اور نفرت کی سیاست

پریہ درشن (ترجمہ محمد عادل فریدی)

ہریدوار میں دھرم سنسد (مذہبی پارلیمنٹ) کے لیے جمع ہونے والے سادھوسنتوں نے تین دن تک اقلیتوں کے خلاف زہر افشانی کی، ہندوؤں کو ہتھیار اٹھانے کے لیے بھڑکایا، کہا کہ تلوار نہیں چلے گی بندوق خریدو۔ بعد میں انہیں ایسی تقریروں پر افسوس بھی نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ ہندوستانی آئین پر سوال اٹھاتے ہیں، آبادی کو تباہ کرنے کی بات کرتے ہیں، گاندھی کو گالی دیتے ہیں اور گوڈسے کی پوجا کرنے کا بھی مشورہ دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ سادھوسنتوں کی دنیا میں بھی ایسے جارحانہ رویہ کا خیر مقدم کرنے والے کم ہی لوگ ہیں۔ زیادہ تر لبرل لوگ ہیں جو مندر وغیرہ تو چاہتے ہیں، لیکن تشدد یا نسل کشی کی وکالت نہیں کر سکتے۔ یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں اور یہ وسیع تر ہندوستانی سماج کی ذہنیت کی عکاسی نہیں کرتے۔

لیکن سوچئے کہ اگر اس ملک کا کوئی اقلیتی طبقہ بالکل وہی الفاظ یا اس سے ملتی جلتی باتیں کہتا تو کیا ہوتا؟ اب تک ان پر فتنہ انگیزی، ملک دشمنی، فرقہ واریت پھیلانے اور مذہبی عدم رواداری کے بہت سے دفعات لگائے جا چکے ہوتے، بہت سے لوگوں کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا ہوتا اور بہت سے لوگ ایک پورے طبقے کو ملک دشمن کہہ رہے ہوتے۔ یہی نہیں ملک کے بڑے بڑے وزیر اور صحافی حضرات ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر یہ تبلیغ کرنے میں مصروف ہو گئے ہوتے کہ ملک کا اتحاد کتنا ضروری ہے اور کچھ لوگ اس میں کس قسم کی رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس فرق کو سمجھیں۔ اس ملک میں دو مختلف طبقے ایک ہی بات نہیں کہہ سکتے۔ اس ملک کا اکثریتی طبقہ جو کہہ سکتا ہے، وہ اقلیتی طبقہ نہیں کہہ سکتا۔ دونوں کے ردعمل کی دو قسمیں ہیں۔ ایسا نہیں کہ یہ دراڑ اور فرق پہلے نہیں تھا۔ لیکن پہلے یہ کچھ کم تھا اور ملک کے ایک بڑے طبقے کا خیال تھا کہ اس کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ کھائی اب بڑی سے بڑی ہوتی جا رہی ہے اور کچھ لوگ یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسے کبھی نہیں پاٹا جا سکتا، بلکہ وہ ایسا ماحول بنا رہے ہیں کہ اسے پاٹنا نہیں چاہیے۔ موٹی دلیل یہ ہے کہ یہ ملک اسی (۸۰) فیصد ہندوؤں کا ہے اور ان کی مرضی اور رحم پر چل رہا ہے۔ بلکہ اس ہندو رواداری کا حوالہ دے کر بار بار یاد دلایا جاتا ہے کہ اس ملک میں باقی رہ جانے والی ثقافتی تکثیریت کے پیچھے یہی رواداری نظریہ کارفرما ہے۔

لیکن درحقیقت یہ یاد دلانا بھی اس رواداری کو کمزور کرنا ہے جسے اس ملک یا ہندو ثقافت کا ورثہ کہا جاتا ہے۔ رواداری ایسی چیز نہیں ہے جسے آپ احسان کے طور پر پیش کریں۔ برداشت اور رواداری نام کا یہ احسان اس ملک اور اس کے شہریوں پر کسی نے کیا بھی نہیں ہے۔ پانچ ہزار سال کے ہندوستان میں بہت سے لوگ، قبیلے، برادریاں آ کر آباد ہوئیں، وہ آپس میں لڑے اور مل جل کر رہنا سیکھا۔ انہوں نے ہندوستان کو مختلف ناموں سے پکارا، انہوں نے مختلف مذاہب کے بیج بوئے، انہوں نے مختلف عبادت کے طریقے رائج کئے۔ قسم قسم کی زبانیں بولی گئیں، صدیاں بدل گئیں، بولیاں بھی بدل گئیں۔ یہ ہندوستان ان سب وسیع تر ثقافتوں اور وراثتوں کا مجموعہ ہے۔ اسے کسی ایک برادری کا ہی بتانا، اس کی رواداری کا محتاج قرار دینا، درحقیقت اس وسیع تر وراثت کو چھوٹا کرنا ہے، اور برادری اور طبقے کی توہین بھی ہے۔ بہرحال واپس ہریدوار کے اجلاس کی طرف چلتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک نفرت انگیز تقاریر پر بھی پولیس کوئی کارروائی کیوں نہیں کر رہی؟ کیونکہ طاقت اور اقتدار ان سادھوؤں کے گروہ کے سامنے جھکتا نظر آتا ہے۔ ایک تصویر میں تو اتراکھنڈ کے وزیر اعلیٰ ان کے پاؤں چھوتے نظر آ رہے ہیں۔

لیکن یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے، آج کل کا یہی اصول ہے۔ اکثریتی جماعت کے فرقہ پرست عناصر کو اقتدار کا تحفظ ہی نہیں بلکہ حوصلہ افزائی بھی حاصل ہے، یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس کے برعکس مخالفت کرنے والے تہمت سے لے کر جیل تک کا سامنا کر رہے ہیں۔ سیکولرزم کو گالی دی جا رہی ہے، سیکولرزم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، ثقافتی تکثیریت کو زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ یہ ہماری جمہوریت کو کمزور کرنا ہے۔ جمہوریت کا پیمانہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی اکثریت کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے بلکہ جمہوریت کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ اپنی اقلیتی برادریوں کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ لیکن ایک جارحانہ اکثریت پسندی ان دنوں سرگرم ہے اور بے رحمی اور بے شرمی کے ساتھ اس جمہوری اقدار کو ٹھوکریں لگا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان عناصر کو یہ طاقت کہاں سے مل رہی ہے؟ ہریدوار کو متھرا سے، متھرا کو بنارس سے اور بنارس کو ایودھیا سے مل رہی ہے۔ ایودھیا کے عظیم الشان مندر اور کاشی وشوناتھ کے وسیع کاریڈور کے بعد اب متھرا میں بھی ایک بہت بڑے مندر کی بات ہو رہی ہے۔ یہ مذہب کے ساتھ اقتدار اور حکومت کا اتحاد نہیں، مذہب کا استحصال ہے۔ لیکن جب یہ استحصال ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ یہ ایودھیا میں نظر آ رہا ہے۔ سپریم کورٹ کی جانب سے مندر کی تعمیر کی اجازت ملتے ہی ایودھیا دھندے بازوں کی دکان میں تبدیل ہو گیا ہے۔ تمام لیڈران اور افسران، ان کے رشتہ دار زمینیں خرید رہے ہیں۔ اس خرید وفروخت میں کیسی بے ایمانی ہو رہی ہے اس کی داستانیں بھی اب منظر عام پر آ رہی ہیں۔ این ڈی ٹی وی اور انڈین ایکسپریس میں اس بارے میں تفصیلی رپورٹیں آئی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے فوراً بعد یوپی حکومت نے تحقیقات شروع کر دی ہیں۔ لیکن یہ جانچ ''بھگوان رام'' کو دھندے بازوں سے بچانے کے لیے نہیں بلکہ دھندے بازوں کو قانون سے بچانے کے لیے کام کرے گی۔ بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ زمین خریدنا بے ایمانی نہیں ہے، خواہ اس کی قیمت چند منٹوں کے بعد کئی گنا بڑھ جائے اور وہ کسی اور کو بیچ دی جائے۔

دراصل دنیا بھر کے مذاہب کے مذاہب کا مسئلہ یہ رہا ہے کہ وہ کاروبار میں تبدیل ہو گئے ہیں، حقیقی مذہبی لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ سنتوں کو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔ عیسائیت میں، ایک زمانے میں، گناہ سے بری ہونے کے کارڈ فروخت کیے جاتے تھے۔ مارٹن لوتھر نے اس عیسائیت کے خلاف محاذ کھولا تو مذہب تقسیم ہو گیا۔ کیتھولک عیسائیوں کے مقابلہ میں عیسائیوں میں ایک نئے احتجاجی فرقے پروٹیسٹنٹ (Protestant) نے جنم لے لیا۔ اتفاق سے یہ وہی وقت تھا جب کبیر اور نانک جیسے شاعر اور سنت ہندوستان میں مذہبی رسومات کے خلاف مذہب اور فکر کی نئی نظم لکھ رہے تھے۔ لیکن آج نہ کوئی کبیر کو یاد کرتا ہے اور نہ ہی کبیر کے رام کو۔ اب تو لوگ والمیکی اور تلسی کے رام کو بھی یاد نہیں کرتے۔ انہیں صرف بی جے پی کا رام یاد ہے۔ اس رام کو ووٹ اور نوٹ حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، یہ رام انہیں زمینوں کی خرید وفروخت کا موقع دلاتا ہے۔ اور فرضی باباؤں اور سنتوں کو ایسا درجہ دلاتا ہے کہ وہ اس ملک کے آئین کے خلاف جو چاہیں بول سکتے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ وہ یہ کام ان لوگوں، برادریوں اور حکام کی حفاظت اور سایے میں کر رہے ہیں جو خود کو مذہبی اور محب وطن کہلاتے نہیں تھکتے۔ لیکن حقیقت میں انہیں نہ مذہب سے کوئی سروکار ہے اور نہ وطن سے کوئی مطلب۔ اگر ملک اور مذہب کے نام پر چلنے والی یہ دکانیں جلد بند نہ کی گئیں تو ہمیں اس نام نہاد ''رواداری'' کا شکار ہونا پڑے گا۔

Scanned with CamScanner

ایوان میں بحث کئے بغیر قانون سازی، جمہوریت کے لئے خطرناک

مولانا سرفراز احمد قاسمی

پارلیمنٹ وہ جگہ ہے جہاں قانون سازی ہوتی ہے، لوگوں کی فلاح وبہبود کیلئے قوانین پاس کئے جاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ جمہوریت کے چار انتہائی مضبوط اور اہم ستون ہیں، حکومت، عدالت، مقننہ اور میڈیا، یہ وہ چار ستون ہیں جس سے جمہوری نظام کو تقویت ملتی ہے، جمہوریت کی بنیاد انھیں چاروں ستون پر قائم ہے، یہ چاروں مل کر ایک مستحکم جمہوریت کا قیام عمل میں لاتے ہیں، ملک کے موجودہ حالات پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کہ گذشتہ چند برسوں میں ان چاروں اہم ستون کو کمزور کرنے اور اس پر شب خون مارنے کی پوری کوشش کی گئی، 2014 کے بعد سے مسلسل ملک کے جو حالات بنائے گئے ان میں جمہوریت اور جمہوری نظام کو کمزور کرنے یا ختم کرنے کی پوری کوشش کی گئی، یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، میڈیا کو تو خرید لیا گیا، چنانچہ اب ملک کا میڈیا حساس مسائل پر حکومت سے سوال پوچھنے کے بجائے وہ ادھر ادھر کی باتوں میں لوگوں کو الجھائے رکھتا ہے، بابری مسجد معاملے میں جس طریقے سے ملک کی سب سے بڑی عدالت نے انصاف کا قتل کیا یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، حکومت جس طرح عوام مخالف اقدامات کررہی ہے یہ بھی دنیا دیکھ رہی ہے، اب ایسے میں صرف مقننہ باقی رہ جاتا ہے، کم از کم مقننہ کو تو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے تھا لیکن قانون ساز ادارے بھی اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں ناکام ثابت ہورہے ہیں، گویا جمہوری نظام میں اہم کردار ادا کرنے والے چاروں اہم ستون اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام رہے یا انھیں جان بوجھ کر کمزور کیا گیا، ایسے میں سوال یہ ہے کہ ہم بھارت کے لوگ کیا پھر بھی یہ کہلانے کے حق دار ہیں کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہیں؟ اور کیا ہمارے یہاں ایک مضبوط اور مستحکم جمہوریت قائم ہے؟ ہندوستانی جمہوریت میں پارلیمنٹ کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے، ایوانوں ہی میں ملک اور ملکی عوام کے تعلق سے فیصلے کئے جاتے ہیں، حکومت کی جانب سے بل تیار کر کے پیش کئے جاتے ہیں، ان کا جائزہ لینے کے بعد اپوزیشن کی جانب سے ان میں ترامیم وتجاویز پیش کی جاتی ہیں، حکومتیں پھر ان ترامیم وتجاویز کا جائزہ لیتی ہیں، حکومت کے بل اور اپوزیشن پارٹیوں کی ترامیم وتجاویز پر پارلیمنٹ میں اپوزیشن اور حکومت دونوں کی جانب سے دلائل دئے جاتے ہیں، انکی خوبیوں اور خامیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور جب سارا ایوان ان بلوں کے تعلق سے ایک رائے ہوجاتا ہے یا پھر اختلاف رائے کو بڑی حد تک ختم کرلیا جاتا ہے تب کہیں جا کر یہ قانون بنتا ہے اور مقننہ اس پر مہر لگاتی ہے، پارلیمنٹ کے ایوانوں میں اسے منظوری دی جاتی ہے، ایوان میں اکثریت رکھنے کے باوجود ہندوستان میں یہ روایت موجود تھی کہ حکومتیں ایوان میں ایک آواز سے کوئی قانون منظور نہیں کرتی تھیں، بلکہ ایوان میں اس پر بحث ومباحثہ ہوتا تھا، وسیع پیمانے پر اسکی خامیوں اور خوبیوں کا جائزہ لیا جاتا تھا، ان پر بحث کروائے جاتے اور پھر ضرورت پڑنے پر انھیں پارلیمنٹ کی اسٹانڈنگ کمیٹی سے رجوع کیا جاتا تھا، تاکہ اس قانون کے پاس ہونے کے بعد کسی قسم کی پیچیدگی نہ ہو اور نہ اسکے نفاذ کے وقت کوئی چیز رکاوٹ بنے، لیکن اب مرکز میں جب سے بی جے پی کی مودی حکومت، اقتدار پر قابض ہوئی ہے، تب سے ہی ملک کے دوسرے قوانین واصولوں کی طرح اس روایت کی بھی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، قوانین بنانے کیلئے بل پارلیمنٹ میں پیش کئے جارہے ہیں اور انکی تفصیلات عوام کے سامنے لانے سے گریز کرتے ہوئے طاقت کے زور پر قوانین بنائے جارہے ہیں، نہ ہی اس کیلئے اپوزیشن جماعتوں کی منظوری حاصل کی جارہی ہے اور نہ ہی ان بلوں کو اسٹانڈنگ کمیٹیوں سے رجوع کیا جارہا ہے، ایسے میں اس قانون کا نتیجہ کیا ہوگا؟ حکومت صرف اکثریت اور طاقت کے بل پر فیصلے کرتے ہوئے ایوان کی اہمیت ختم کرنے اور گھٹانے کی مرتکب ہورہی ہے جو جمہوریت اور جمہوری نظام کیلئے انتہائی خطرناک ہے، حکومت کے اس رویے کے خلاف پارلیمنٹ مسلسل تعطل کا شکار رہتا ہے، اور اپوزیشن پارٹیاں احتجاج کررہی ہوتی ہیں، سرمائی اجلاس شروع ہونے کے پہلے دن یعنی 29 نومبر کو جس طرح زرعی قوانین کی منسوخی کا بل پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں منظور کیا گیا اور اس پر بحث کرانے سے مکمل طور پر گریز کیا گیا، یہ بہت سارے سوالات کھڑا کرتا ہے، زرعی قوانین کی منسوخی کا بل جس طرح اپوزیشن ارکان کے احتجاج اور ہنگامے کے درمیان صوتی ووٹ سے پاس کیا گیا، یہ واقعی افسوسناک ہے، اسکے نتیجے میں احتجاج کرنے والے 12 ارکان راجیہ سبھا کو پورے سیشن کیلئے معطل کردیا گیا، اجلاس کے پہلے دن ہی دونوں ایوان میں زوردار ہنگامہ ہوا، بغیر بحث کے زرعی قوانین بل کی منسوخی پر لیڈران چراغ پا ہوگئے اور پھر ہنگاموں کے سبب دونوں ایوانوں کی کارروائی دن بھر کیلئے ملتوی کردی گئی، سوال یہ ہے کہ اپوزیشن پارٹیاں جب مطالبہ کررہی تھی کہ اس پر بحث ہو تو آخر حکومت بحث سے گریز کیوں کرتی ہے؟ حکومت نے ایسا پہلی مرتبہ نہیں کیا ہے بلکہ اس سے قبل بھی جموں کشمیر کو خصوصی موقف دینے والے دفعہ 370 کی تنسیخ پارلیمنٹ میں عمل میں لائی گئی، انتہائی اہمیت کے حامل اس مسئلے پر بھی ایوان میں محض چند گھنٹوں میں کارروائی پوری کرلی گئی، کشمیر کی جو موجودہ حالت ہے آج تک وہاں امن قائم نہیں ہوسکا، پھر آخر دفعہ 370 ختم کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟

گذشتہ دنوں زرعی قوانین کی تنسیخ کا بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا لیکن اس پر کسی طرح کے مباحث کی اجازت نہیں دی گئی، صرف بل پاس کیا گیا اور اپوزیشن کو اظہار خیال کا موقع دینے اور خود اسکا جواب دینے کے بجائے حکومت نے من مانی انداز میں کارروائی چلائی، کیا یہ سب جمہوریت کیلئے خطرناک نہیں ہے؟ اور کیا حکومت کے اس رویے سے جمہوریت کمزور نہیں ہورہی ہے؟ اس طرح کے حالات کو دیکھ کر ہی گذشتہ دنوں چیف جسٹس آف انڈیا این وی رمنا نے تشویش کا اظہار کیا تھا، انھوں نے کہا تھا کہ ”مقننہ اپنے ذریعے منظور کئے جانے والے قوانین کے اثرات کا مطالعہ یا جائزہ نہیں لیتی ہے جسکی وجہ سے بعض اوقات بڑے بڑے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر عدلیہ پر معاملوں کا زیادہ بوجھ پڑتا ہے، چیف جسٹس، سپریم کورٹ کی جانب سے منعقد کی گئی یوم آئین کے اختتامی پروگرام سے خطاب کررہے تھے، یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ چیف جسٹس نے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے اس سے قبل یعنی تقریب یوم آزادی کے دوران بھی چیف جسٹس نے مناسب بحث کے بغیر مقننہ کے ذریعے قانون پاس کرنے کے ایشو پر بات کی تھی، انھوں نے تبصرہ کیا تھا کہ یہ معاملے کی ایک افسوسناک صورتحال ہے کہ کئی قوانین میں عدم وضاحت ہے اور بحث کی کمی کے سبب قوانین کے مطالب کو سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس سے غیر ضروری مقدمہ بازی ہورہی ہے، پہلے سے مقدموں کا بوجھ جھیلنے والے مجسٹریٹ ان ہزاروں معاملوں کے بوجھ سے دب گئیں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو بھی تنقید ہو یا ہمارے سامنے رکاوٹ آئے، انصاف فراہم کرنے کا ہمارا مشن نہیں رک سکتا، ہمیں عدلیہ کو مضبوط کرنے اور شہریوں کے حقوق کی حفاظت کیلئے اپنے فرائض پر عمل کرنے کو لیکر آگے بڑھنا ہوگا“

یہ بیان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے قانون بنانا اور عوام کے سر اسے تھوپ دینا اور اسکے عواقب کا جائزہ نہ لینا یہ بہر حال تشویشناک ہے اور بہت سے مسائل کا پیش خیمہ ہے، پھر آخر حکومت میں بیٹھے ہوئے لوگ اس طرح اندھا دھند قانون سازی کیوں کررہے ہیں؟ کیا انھیں عوام کے مسائل ومشکلات سے کوئی سروکار نہیں ہے؟ قانون سازی ملکی باشندوں کیلئے ہوتی ہے تو پھر اس معاملے میں عوام کے دکھ درد، سہولت وپریشانی کا خیال کیوں نہیں رکھا جاتا؟ حکومت کے ذمہ داران ہمیشہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ حکومت تمام اہم مسائل پر پارلیمنٹ میں مباحث کروانے کیلئے تیار ہے اور اپوزیشن پارٹیوں پر مباحث سے فرار کا الزام عائد کیا جاتا ہے، تاہم حقیقت یہ ہے کہ حکومت خود اپنے بنائے ہوئے قوانین پر بحث کا سامنا کرنے تیار نہیں ہے۔

سوال یہ بھی ہے کہ جن مسائل پر قانون سازی ضروری ہے اس پر قانون کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد ماب لنچنگ کے ذریعے کئی سو مسلم نوجوان اپنی جان گنوا بیٹھے، ملک کے مختلف شہروں میں تشدد پسندوں کی ایک بھیڑ جمع ہوتی ہے اور کسی نوجوان پر کوئی بھی الزام لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے، آخر اس بھیڑ کو قانون ہاتھ میں لینے کا اختیار کس نے دیا؟ ہجومی تشدد بھڑکانے والوں کے خلاف قانون کیوں نہیں بنتا؟ آپ کو یاد ہوگا کہ جولائی 2018 میں عدالت عظمیٰ نے ملک میں پرہجوم ہنگاموں اور ماب لنچنگ کے واقعات پر کہا تھا کہ بھیڑ کو من مانی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اسے روکنے کیلئے پارلیمنٹ قانون سازی کرے، ریاستی انتظامیہ امن وامان کی فضا برقرار رکھنے اور عوام کو تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے، بھیڑ کے ذریعے قتل یا تشدد کا شکار ہونے والے افراد اور خاندان کو مناسب معاوضے دیئے جائیں، عدالت نے کہا کہ بھیڑ پر سختی سے پابندی لگانے کی ضرورت ہے، کسی بھی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، خوف وہراس، لاقانونیت اور تشدد کا ماحول برپا کرنے والوں کے خلاف ریاستی حکومتیں کارروائی کریں، عدالت کے اس حکم کے باوجود پارلیمنٹ میں قانون کیوں نہیں بنایا جاتا؟ کیا یہ سمجھا جائے کہ ماب لنچنگ کے واقعات حکومت کے اشارے پر ہورہے ہیں؟ حکومت کے اس رویے سے ملک کی جمہوریت پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں، ہندوستانی جمہوریت اور پارلیمانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انتہائی شدید اختلاف کے باوجود دونوں ہی ایوانوں میں بلوں کو پیش کیا گیا اور ان پر سیر حاصل مباحث کی گنجائش فراہم کی گئی، وقت کی اپوزیشن جماعتوں کی رائے اور تجاویز حاصل کی گئی، ان پر بھی تبادلہ خیال ہوا، اور پھر یہ تجاویز اگر قابل قبول رہیں تو انھیں بھی قوانین میں شامل کرنے سے گریز نہیں کیا گیا، آج ان ساری روایتوں اور سارے ماحول کو تبدیل کردیا گیا ہے، صرف اکثریت اور طاقت کے بل پر ایوان کی اہمیت گھٹائی جارہی ہے، پارلیمنٹ کو بھی پارٹی دفتر کی طرح اشاروں پر استعمال کیا جارہا ہے، اور ملک کے عوام میں ایک غلط نظیر قائم کی جارہی ہے، اس بات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ قوانین بنانا حکومت کا اختیار ہے، حکومتیں ہی صورت حال کے مطابق قوانین تیار کرتی ہیں اور پارلیمنٹ میں پیش کرتی ہیں لیکن ان پر گہما گہمی پیدا کرتے ہوئے ہرگز کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئے، پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں بلوں کی نقول قبل از وقت فراہم کرکے اپوزیشن کو اسکے مطالعہ کا موقع دیا جانا چاہئے، ان سے رائے طلب کی جانی چاہیے، سیاسی اختلافات کو پارلیمنٹ کے باہر چھوڑتے ہوئے ایوان میں ملک کی تعمیر اور ترقی کے جذبے کے ساتھ ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے، لیکن فی الحال ایسا نہیں ہورہا ہے، اس پر توجہ کون دیگا؟ اپوزیشن کے 12 ارکان کی معطلی کو واپس لینے کیلئے اپوزیشن پارٹیاں مصر ہیں لیکن حکومت اس معطلی کو درست ٹھہراتے ہوئے اپنے موقف پر اٹل ہے، اور معطل اراکین سے معافی کا مطالبہ بھی کیا جارہا ہے، لیکن راجیہ سبھا میں اپوزیشن لیڈر ملکارجن کھڑگے نے ایک بار پھر واضح کردیا ہے کہ معطل اراکین کسی صورت میں معافی نہیں مانگیں گے انکی بحالی کی جائے، گذشتہ دس دنوں سے جب سے سرمائی اجلاس جاری ہے تب سے ہی ایوان کی کارروائی مسلسل ملتوی کی جارہی ہے، کھڑگے نے میڈیا کو بتایا کہ سابق میں 17 مسودہ قوانین پر منسوخ کئے جانے سے پہلے مباحث ہوئے تھے ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ مباحث کے بغیر قوانین کی منسوخی ہوئی ہے۔ اسطرح حکومت اور اپوزیشن کے درمیان دوری بڑھتی جارہی ہے جسکے نتیجے میں پارلیمنٹ کا، ملک کا اور اس ملک کی عوام کا نقصان ہورہا ہے۔ کیا ان سب چیزوں کو جمہوری نظام کیلئے نیک شگون کہا جاسکتا ہے؟

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱.ڈرافٹ مین سول ۲-فیٹر ۳-الیکٹرانکس میکانک ۴-پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی

سکریٹری

Scanned with CamScanner

فرقہ واریت کے خلاف عدلیہ کی ذمہ داری!

ڈاکٹر محمد منظور عالم

بھارت میں نفرت، تشدد اور فرقہ پرستی کے واقعات لگاتار بڑھتے جارہے ہیں، سیاسی رہنما اور کچھ مخصوص پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے زہر افشانی کی انتہاء کر چکے ہیں، کئی لوگ اہم عہدوں پر بیٹھ کر زہر افشانی کررہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں، اقلیتوں، دلتوں اور کمزوروں کے خلاف سبھی حدود پار کر جاتے ہیں، ایسے نیتاؤں اور زہر افشانی کرنے والوں میں اوپر سے لیکر نیچے تک کی شخصیات شامل ہیں، تازہ بیان آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت کا سامنے آیا ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کی گھر واپسی کرانے کی مہم چلائی ہے، ایک پروگرام کے دوران انہوں نے سنگھ کے لوگوں کو حلف دلایا ہے کہ وہ مسلمانوں کی گھر واپسی کرانے کیلئے زمینی سطح پر کام کریں۔ اس سے قبل انہوں نے تاریخ کے خلاف سفید جھوٹ بولتے ہوئے کہا تھا کہ بھارت میں تلوار اور حملہ آوروں کے ذریعہ اسلام آیا، کبھی کہتے ہیں کہ بھارت کے سبھی شہری ہندو ہیں، ان کے ایسے دسیوں بیانات ہیں جس سے تشدد کو بڑھاوا ملتا ہے، اقلیتوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، آئین میں دیئے گئے مساوات، انصاف اور آزادی کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

وزارت عظمیٰ کی کرسی پر بیٹھنے والے بھی بارہا اسی طرح کے بیانات دیتے ہیں اور اپنے منصب کا بھی خیال نہیں کرتے ہیں۔ گذشتہ دنوں وارنسی دورہ کے دوران مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے تعلق سے نازیبا کلمات کا استعمال کیا، تاریخی سچائی بیان کرنے کے بجائے ایک سفید جھوٹ بولا گیا، تقریر کا انداز بھڑکاؤ اور دیش کی گنگا جمنی تہذیب کے خلاف تھا، سالار مسعود غازی کے خلاف بھی تاریخی حقائق کے خلاف ایک جھوٹ کا سہارا لیا گیا۔ ایک عظیم منصب پر فائز شخصیت کا یہ خطاب یقینی طور پر ملک کی یکجہتی، امن وسلامتی، اور باہمی اتحاد کو نقصان پہونچانے والا ہے۔ وزیر اعظم کے منصب پر بیٹھے ہوئے ایک ذمہ دار شخص کی زبان سے اس طرح کی باتیں یقینی طور پر بھارت کی شرمندگی کا سبب بنے گی، عوام کے درمیان نفرت کو بڑھاوا ملے گا، ان کے چاہنے والے اور ماننے والے تشدد اور فرقہ پرستی کی راہ اختیار کریں گے۔ دنیا بھر میں ہندوستان کے تعلق سے منفی پیغام جائے گا۔

اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ بھی لگاتار زہر افشانی کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اکھلیش سرکار میں صرف اباجی والوں کو راشن ملتا تھا، مسلمانوں کو پاکستانی کہنا، محمد علی جناح سے جوڑنا اور حب الوطنی پر سوال اٹھانا ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ نائب وزیر اعلیٰ کیشو پرساد موریہ بھی لگاتار زہر افشانی کررہے ہیں، مسلمانوں کے خلاف دن رات بولنے میں لگے ہوئے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اجودھیا میں شاندار رام مندر بن چکی ہے، متھرا میں شاندار مندر بنانے کی تیاری جاری ہے، کاشی ابھی باقی ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ جس طرح ہم نے اجودھیا میں بابری مسجد مسمار کر کے مندر بنایا ہے اسی طرح متھرا اور کاشی میں بھی مسجدوں کو توڑ کر عظیم الشان مندر بنائیں گے۔

وی ایچ پی کے رہنما مسٹر سنگھ نے جو پیشے سے ڈاکٹر ہیں برصغیر کی تقسیم اور پاکستان کی تخلیق کا موازنہ 'کینسر' کو ہٹانے کی سرجری سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہندوستان کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کیا گیا تو ہم نے مسلمانوں کے لیے الگ زمین دی تھی۔ یہ سمجھئے کے ہم اپنے دیش سے کینسر کو نکالنا چاہتے تھے (یہ ہمارے ملک سے اس کینسر کو ختم کرنے کے مترادف تھا)۔ لیکن، بدقسمتی سے، یہ کامیاب نہیں ہوا۔ کچھ مسلمان بھائی ہندوستان میں رہ گئے۔ ہم نے انہیں' واسدھائیو کٹمبکم' (پوری دنیا خاندان ہے) اور' اتیتھی دیو بھا' (مہمان خدا ہے) کی ہندو روایت کے مطابق بڑے احترام کے ساتھ قبول کیا۔' لیکن ہم بھول گئے کہ کینسر دھیرے دھیرے بڑھتا ہے۔ آج 70 سال میں وہ چوتھے اسٹیج میں آکر ہمارے پورے جسم میں پھیل چکا ہے۔ اس کینسر کو ہٹانے کے لیے اب ہمارے پاس بہت زیادہ متبادل نہیں ہیں، اسے ہٹانے کے لیے کیموتھراپی کا انتظام کرنا ہے۔ ایسا علاج کرنا ہے کہ جسم بھی بچا رہے اور بیماری بھی ختم ہو، لیکن ہم بھول گئے کہ یہ کینسر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ہندوستان میں مسلمانوں کو کینسر کے طور پر بیان کررہے ہیں، سنگھ نے کہا' میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ تو میں آپ کو صرف ایک مثال دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے انہیں کینسر کہا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ''مسلمانوں کے پاس امت کا تصور ہے، ان کے پاس قوم کا تصور نہیں ہے اور اس لیے ان کے پاس قوم پرستی کا تصور نہیں ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ پوری دنیا کو ایک مذہب ہونا چاہیے۔

یہ بیان یقینی طور پر فرقہ پرستی پر مبنی ہے، نفرت اور تشدد کو بڑھاوا دینے والا ہے، وشو ہندو پریشد کے کارگزار صدر نے تبلیغی جماعت کو دہشت گرد تنظیم قرار دیتے ہوئے اس پر حکومت سے پابندی لگانے کی مانگ کردی ہے، پچھلے دنوں بھی وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور دوسری تنظیموں کے ذمہ داران مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر چکے ہیں، دن رات فرقہ پرستی پر مبنی بیان دیا ہے، دوسری اور تیسری لائن کے لیڈرس تو دن رات یہی بیان دیتے ہیں، سوشل میڈیا پر ایک آڈیو وائرل ہورہی ہے جس میں بہار کے ایک بی جے پی ایم ایل اے کہہ رہے ہیں کہ یہ ملک صرف ہندوؤں کا ہے، مسلمانوں کو یہاں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ایسے بیانات کی لمبی فہرست ہے۔

ماب لنچنگ کے واقعات لگاتار بڑھتے جارہے ہیں، روزانہ ملک میں کہیں نہ کہیں مسلمان، دلت، عیسائی اور دوسرے کمزوروں کی ماب لنچنگ ہورہی ہے، چن چن کر کے نشانہ بنایا جارہا ہے، پولس اپنی ذمہ داری نہیں نبھارہی ہے۔ ماب لنچنگ میں ملوث شرپسندوں کے خلاف کاروائی نہیں کررہی ہے، حکومت میں بیٹھے افراد ایسے شرپسندوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف انڈیا نے گذشتہ سال ماب لنچنگ کے خلاف قانون بنانے کیلئے سرکار کو ہدایت دی تھی لیکن ابھی تک حکومت نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ ماب لنچنگ کے خلاف قانون بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے اور نہ سرکار ایسے واقعات کو روکنے کے تئیں ذرہ برابر سنجیدہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ عدلیہ ایسے نفرت انگیز بیانات کے خلاف نوٹس کیوں نہیں لے رہی ہے؟ زہر افشانی کرنے والوں پر لگام کیوں نہیں لگایا جارہا ہے؟ نفرت کی سیاست کرنے والوں کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کی جارہی ہے؟ ملک کا ماحول بگاڑنے والوں کو کھلی چھوٹ کیوں ہے؟ پولس اپنی ذمہ داری کیوں نہیں نبھارہی ہے؟ سیاست داں اور سیاسی رہنما بے لگام کیوں ہوچکے ہیں؟ ایسے شرپسند لیڈروں کی پشت پناہی کون کررہا ہے؟ حکومت سپریم کورٹ کی ہدایات کو کس بنیاد پر نظر انداز کررہی ہے؟ ماب لنچنگ کے خلاف کیوں حکومت قانون بنانے سے گریز کررہی ہے؟ کیا اتر پردیش الیکشن کا ایجنڈا نفرت اور سیاست ہوگا؟۔ کیا پورے ملک کو انتخاب جیتنے کیلئے نفرت کی آندھی میں جھونک دیا جائے گا۔ کیا عوام کو ہندو مسلمان کے درمیان اسی طرح بانٹا جائے گا۔ کیا فرقہ پرستی کی سیاست اسی طرح جاری رہے گی۔ ملک میں یہ جو کچھ بھی ہورہا ہے واضح طور پر فرقہ پرستی، نفرت اور ملک کی روایت کے خلاف ہے۔ ایسے واقعات کو روکنا، شرپسندوں کو لگام لگانا، سیاسی رہنماؤں کی زہر افشانی کے خلاف نوٹس لینا وقت کی ضرورت ہے ورنہ ملک انارکی کا شکار ہوجائے گا، ہجومی تشدد کے واقعات بڑھنے لگیں گے، اتحاد و یکجہتی کو نقصان پہونچے گا۔ عین چناؤ سے قبل اس طرح کے واقعات میں اضافہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ عوام ان سے خوف زدہ ہوجائیں، صاف شفاف الیکشن نہ ہوپائے، ووٹ ڈالتے وقت عوام کے دلوں میں خوف وہراس قائم رہے۔

بہر حال عدلیہ کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ معاملہ کی نزاکت اور حساسیت کو سمجھے، ایسے معاملات پر از خود نوٹس لے اور ملک میں شرانگیزی اور نفرت کے بڑھتے ہوئے واقعات پر روک لگانے کیلئے کوئی عملی قدم اٹھائے۔ انصاف، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ کو فروغ دے۔

نئے سال کی آمد پر جشن کیوں؟

شمائلہ ثمرین فریدی

ہر سال کی طرح شمسی کیلنڈر کے ۲۰۲۱ء کا آخری مہینہ دسمبر رخصت ہورہا ہے اور نئے سال ۲۰۲۲ء کی آمد ہونے والی ہے، ہم جلد ہی ۲۰۲۱ء کو الوداع کہہ کر نئے سال ۲۰۲۲ء میں قدم رکھنے والے ہیں۔ اس میں کوئی نیا پن نہیں ہے، ہر بار ایسا ہی ہوتا ہے، سورج اپنا چکر پورا کرتا ہے، ایک سال ختم ہوتا ہے۔ اور دوسرا سال شروع ہوجاتا ہے۔ کارِ جہاں یوں ہی چلتا رہتا ہے۔ یہ نیا سال بھی گذرے ہوئے سالوں کی طرح کچھ غم اور خوشیاں دونوں لائے گا۔ اور ہمیں مختلف حالات کا تجربہ دلا کر چپکے سے رخصت ہوجائے گا۔

لیکن گذشتہ دو سالوں کے آخری اور شروع کے مہینے جس طرح کورونا وبا اور لاک ڈاؤن کے سائے میں گذرے ہیں اور پھر سال ختم ہوتے اومیکرون کی لہر چھانے لگی ہے۔ اس سے خدشات کے بادل ایک بار پھر منڈرانے لگے ہیں اور خطرہ ہے کہ اس سال کی ہنگامہ خیزیاں بھی کچھ کم نہ ہوں گی۔

لیکن ہمیں اس پاک ذات پر امید ہے کہ جس طرح اس نے اپنی رحمت سے ہم لوگوں کو سابقہ وبا سے محفوظ رکھا اسی طرح وہ اپنی رحمت سے اس امیکرون نامی وبا کا بھی خاتمہ کرے گا اور نیا سال ہم لوگوں کی زندگی میں ایک بہار بن کر آئیگا۔ ساتھ ہی ہمیں ان لوگوں کو بھی یاد کرنا چاہئے جو اب ہمارے درمیان نہیں ہیں اور وبا کی نذر ہو گئے۔ گذرے ہوئے سال ۲۰۲۱ء میں بھی نہ جانے کتنے لوگوں نے اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر ملک عدم کی راہ لی، ہم میں سے بہت سے لوگوں نے اپنوں کو کھویا ہے، کسی کے والدین، کسی کا سہاگ، کسی کا بھائی، کسی کی بہن، کسی کی اولاد اور کسی کے دوست اور رشتے دار اسے داغ مفارقت دے گئے۔ ایک دن ہمیں بھی اسی منزل کی طرف سفر کرنا ہے۔ اور اسی ذات کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔ اس لیے کیوں نہ ہم یہ سوچیں کہ ہمیں اس جہاں کی تیاری ابھی سے کرنی چاہئے۔ سال کے خاتمے پر اور نئے سال کے آغاز پر دنیا کے بیشتر ممالک بشمول مادر وطن ہندوستان میں نئے سال کا جشن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ ہم مسلمان بھی ان میں شریک ہوتے جارہے ہیں۔ نئی نوجوان نسل تو اس کو بالکل غیروں کی طرح منانے لگی ہے، اس کو ایک تہوار کی شکل دی جاچکی ہے۔ ناچ گانے، طرح طرح کے خرافات، مخرب الاخلاق تقاریب اور ہر قسم کی برائیاں اس رات میں روا سمجھی جاتی ہیں۔ اللہ اور رسول کی نافرمانی اور بے حیائی، فحاشی وعریانی اور حیا سوزی کا کوئی ایسا کام نہیں ہوتا جو اس میں نہ کیا جاتا ہو۔ اور جو بڑے بزرگ اور ذمہ دار افراد ہیں وہ بھی ان کو سمجھانے اور اس طرح کے خرافات سے باز رکھنے کے بجائے اس ناسمجھی میں شامل ہونے لگے ہیں۔

۳۱؍دسمبر کی رات سے لے کر یکم جنوری تک یہ گناہوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم کیسی ناسمجھی میں جئے جارہے ہیں۔

عیسائیوں کے اس فیشن کو آج ہم نے پوری طرح اپنی زندگی میں شامل کرلیا ہے۔ جب کہ یہ جاتا ہوا سال ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کا ایک سال کھو دیا ہے، اور ہماری مختصر زندگی کے مزید تین سو پینسٹھ دن کم ہوچکے ہیں، اس عارضی دنیا اور غفلت والی زندگی سے قبر کے امتحان اور اس کے بعد حیات جاودانی کے اور زیادہ قریب ہوچکے ہیں۔ ہمیں اس کو سمجھنا چاہئے اور اس کے مطابق اپنی اس اصل زندگی کے لیے خود کو تیار کرنا چاہئے۔

اگر ہم نہیں سمجھیں گے تو کتنے سال ختم ہوجائیں گے، پھر ایک دن اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے کا وقت ہوجائے گا۔ موت ایک تلخ سچائی ہے، زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے بہت قیمتی ہے۔ تو ہم لوگوں کو چاہئے کہ سمجھداری سے کام لیں اور آنے والی نسل کی پرورش دینی طریقے سے کریں۔ شریعت کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی کوشش کریں اور اس بے فائدہ جشن اور خوشی منانے سے گریز کریں۔

Scanned with CamScanner

کووڈ کے بعد اومیکرون ویرینٹ

عباس دھالیوال

ہم سب جانتے ہیں کہ گزشتہ دو برس سے عالمی برادری کووڈ 19 وبا کے مسائل سے مسلسل جوجھ رہی ہے جس طرح سے کووڈ کی زد میں آ کر دنیا نے لاک ڈاؤن کا سامنا کیا اس کی تاریخ میں اس سے قبل شاید ہی کوئی مثال دیکھنے کو ملے۔ کووڈ 19 کے چلتے جس طرح سے دنیا کے مختلف ممالک میں لوگوں کو لاک ڈاؤن کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے نتیجے میں غریب عوام کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کے اس درد کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ کتنے ہی ممالک کو آج بھی کرونا وبا کے چلتے لگائی گئی مختلف پابندیوں کے باعث اقتصادی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

چین کے ووہان شہر سے پھیلنے والے کرونا وائرس کا خوف ابھی تک ختم نہیں ہوا ہے کہ اب اس کی ایک نئی قسم اومیکرون سامنے آ گئی ہے، اس سے قبل اس کے پہلے کیسز جنوبی افریقہ میں دریافت کیے گئے تھے۔ جنوبی افریقہ میں اس اومیکرون قسم کی تصدیق کے بعد سے یہ قسم بوٹسوانا، بلجیئم، ہانگ کانگ، اور اسرائیل میں پائی گئی تھی۔

کورونا کی اس نئی قسم کے وائرس کے جینیاتی ڈھانچے میں بہت زیادہ تبدیلیاں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے ایک سائنسدان نے اس نئی قسم کے کورونا وائرس سے ہولناک قرار دیا تو ایک سائنسدان کا کہنا ہے کہ یہ اب تک سامنے آنے والے تمام وائرس سے خطرناک ہے۔

اب تک اس نئی قسم کے درجنوں مصدقہ متاثرین سامنے آ چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر جنوبی افریقہ کے صوبے گوٹنگ میں سامنے آئے لیکن چند متاثرین بیرون ملک بھی موجود ہیں جن میں یورپ، جنوبی افریقہ کے ہمسایہ ممالک اور اسرائیل شامل ہیں، اس کی دستک بھارت میں بھی ہو چکی ہے۔

ایک نیوز رپورٹ کے مطابق افریقی ملک بوٹسوانا میں کئی متاثرین سامنے آئے ہیں جبکہ ایک کیس ہانگ کانگ میں بھی دریافت ہوا ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ مریض جنوبی افریقہ سے سفر کر رہا تھا۔

اس نئی قسم کے سامنے آنے کے بعد برطانیہ کی جانب سے چھ افریقی ممالک پر نئی سفری پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ ان میں جنوبی افریقہ، نمیبیا، زمبابوے، بوٹسوانا، لیسوتھو اور اسواتینی شامل ہیں۔

اس کے علاوہ جرمنی، اٹلی، اسرائیل اور سنگاپور نے بھی جنوبی افریقی ممالک کے شہریوں پر سفری پابندیاں عائد کی ہیں اور انھیں ریڈلسٹ میں ڈال دیا ہے۔ جرمن وزیر صحت نے جنوبی افریقہ کو وہ علاقہ قرار دیا ہے جہاں وائرس کی نئی قسم ہو سکتی ہے، اور کہا ہے کہ یہاں سے آنے والے مسافروں کو ملک میں داخلے کی اجازت نہیں ہو گی۔

اس سلسلے میں برطانیہ کی ہیلتھ سکیورٹی ایجنسی سے منسلک جینی ہیرس کا کہنا ہے کہ مذکورہ وائرس کی یہ نئی قسم اب تک سامنے آنے والی تمام اقسام کے مقابلے میں زیادہ خطرناک لگتی ہے۔' انہوں نے مزید کہا کہ فوری طور پر نئی ہنگامی ریسرچ کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ وائرس کتنی تیزی سے پھیل سکتا ہے اور کتنا مہلک ہے۔ 'یہ بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کورونا کی ویکسین کے خلاف اس کی مدافعت کتنی مؤثر ہے۔'

ادھر ایک نیوز رپورٹ کے مطابق یورپی کمیشن کی صدر کے مطابق یورپی یونین نے بھی جنوبی افریقی ممالک پر سفری پابندیوں کی تجویز دی ہے تاکہ یورپی ریاستوں کو وائرس کی نئی قسم سے بچایا جا سکے۔ جبکہ آسٹریلیا اس حوالے سے تحقیقات کر رہا ہے کہ آیا اس وقت افریقی ممالک پر سفری پابندیاں لگانا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں ہمارے دیش نے بھی تمام ریاستوں کو الرٹ جاری کیا ہے کہ جنوبی افریقہ سے آنے والے مسافروں کی سکریننگ کو لازم بنایا جائے۔ ادھر مذکورہ نئے وائرس کو لے کر عالمی ادارہ صحت کے ماہرین جنوبی افریقہ کے صورت حال کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ادھر اسرائیل کا کہنا ہے کہ وائرس کی اس نئی قسم کے پہلے کیس کی شناخت کر لی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اسرائیلی وزارت صحت کا کہنا ہے کہ یہ شخص جنوبی افریقی ملک ملاوی سے لوٹ رہا تھا۔

جہاں تک کورونا کی نئی قسم سے وابستہ اقسام کا تعلق ہے تو اب تک کورونا وائرس کی مختلف اقسام سامنے آ چکی ہیں جنھیں عالمی ادارہ صحت ایلفا اور ڈیلٹا جیسے نام دے چکا ہے۔ جبکہ کورونا کی اس نئی قسم کو اومیکرون کا نام دیا گیا ہے اور اس کا تکنیکی نام بی ڈاٹ ون ڈاٹ ون فائیو ٹو نائن ہے۔

'کورونا کی اس قسم کے حوالے سے پروفیسر ٹولیو ڈی اولیویرا کا کہنا ہے کہ اس نئی قسم نے انھیں حیران کر دیا ہے کیوں کہ اس میں 'ہماری توقعات سے زیادہ تبدیلی آ چکی ہے۔'

انھوں نے اس سلسلے میں مزید نئی قسم میں مجموعی طور پر 50 جینیاتی تبدیلیاں دیکھی گئی ہیں، جبکہ اس میں موجود مخصوص سپائک پروٹین، جس کو ویکسین نشانہ بناتی ہے، اس میں 30 جینیاتی تبدیلیاں موجود ہیں۔ 'اس وائرس کی قسم کے معائنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ اس کا وہ حصہ جو سب سے پہلے انسانی جسم پر اثر انداز ہوتا ہے اس کی سطح پر بھی 10 جینیاتی تبدیلیاں ہیں۔'

لیکن دوسری طرف کچھ سائنسدانوں کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ وائرس میں جینیاتی تبدیلی ہمیشہ خطرناک ہی ثابت ہو۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اس تبدیلی کے بعد وائرس کیسے بدلتا ہے۔

اصل تشویش یہ ہے کہ وائرس کی نئی قسم اس سے پہلے والے وائرس سے بہت حد تک بدل چکی ہے جو چین کے شہر ووہان میں سب سے پہلے کورونا کی وجہ بنا تھا۔ چونکہ کورونا کی ویکسین پہلے وائرس کے معائنے کے بعد بنائی گئی تھی اس لیے نئی قسم پر اس کا اثر کم ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

ایسا نہیں کہ اس نئے وائرس کی تمام تبدیلیاں بالکل حیران کن ہیں بلکہ ساخت میں کئی ایسی تبدیلیاں بھی ہیں جو اس سے پہلے کی وائرس کی اقسام میں بھی پائی گئیں اور ان کی وجہ سے اس کے بارے میں جاننے میں مدد مل رہی ہے۔

ان میں سے ایک تبدیلی ایسی بھی ہے جو جسم میں موجود دفاعی خلیوں کے لیے وائرس کی پہچان مشکل بنا دیتی ہے جس سے کورونا کی ویکسین کم اثر ہو جاتی ہے۔

اس سے پہلے سامنے آنے والی وائرس کی اقسام میں سے کچھ ایسی بھی تھیں جن کی جینیاتی تبدیلیوں کو دیکھتے ہوئے خدشہ تھا کہ یہ خطرناک ثابت ہوں گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس سے قبل کورونا کی بیٹا قسم کے بارے میں سال کے آغاز میں کہا جا رہا تھا کہ یہ مہلک ثابت ہو گا کیوں کہ یہ جسم کے دفاعی نظام سے بچنے کی صلاحیت رکھتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

اس کے مقابلے میں ڈیلٹا قسم زیادہ مہلک ثابت ہوئی جو زیادہ تیزی سے پھیلنے کی صلاحیت رکھتی تھی.

ادھر ایک تازہ نیوز رپورٹ کے مطابق کورونا وائرس کے اس نئے ویرینٹ اومیکرون نے اب امریکہ اور متحدہ عرب امارات میں بھی دستک دے دی ہے۔ دونوں ممالک میں اومیکرون کے کئی کیسیز پائے گئے۔ اس کے ساتھ ہی ایسے ممالک کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جہاں کورونا کے نئے ویرینٹ اومیکرون کے کیسز پائے گئے ہیں۔ اب ایسے کم از کم 25 ممالک ہیں۔ امریکی ریاست کیلیفورنیا کا ایک شخص وائرس کی اس نئی شکل سے متاثر پایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ ڈاکٹر انتھونی فاوچی نے وائٹ ہاؤس میں کہا کہ امریکہ میں کورونا کے اومیکرون ویرینٹ سے متاثر ہونے کا یہ پہلا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ متاثرہ شخص 22 نومبر کو جنوبی افریقہ سے واپس آیا تھا اور 29 نومبر کو متاثرہ پایا گیا تھا۔ فاوچی نے کہا کہ اس شخص کو ٹیکہ لگایا گیا تھا لیکن اس نے ویکسین کی بوسٹر خوراک نہیں لی تھی۔ متاثرہ شخص میں معمولی علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔

یہاں قابل ذکر ہے کہ گزشتہ ماہ کے آخر میں صدر جو بائیڈن کی انتظامیہ نے جنوبی افریقی ممالک کے سفر پر پابندی عائد کر دی تھی کیونکہ یہیں سے کورونا کے نئے ویرینٹ کا انکشاف ہوا تھا۔ اب یہ ویرینٹ یہاں سے کم از کم 25 ممالک میں پھیلنے کی خبریں ہیں۔ کورونا کے اس نئے ویرینٹ اومیکرون کے اب تک بوتسوانا میں 29، جنوبی افریقہ میں 77، نائجیریا میں 13، برطانیہ میں 22، جنوبی کوریا میں 15، آسٹریلیا میں 17، آسٹریا میں ایک، بلجیم میں ایک، برازیل میں 13، جمہوریہ چیک میں ایک، فرانس میں ایک، جرمنی میں 19، ہانگ کانگ میں 4، اسرائیل میں 4، اٹلی میں 9، جاپان میں 2، ہالینڈ میں 16، ناروے میں 2، اسپین میں 2، پرتگال میں 13، سویڈن میں 3، کینیڈا میں 6، ڈنمارک میں 4، معاملے سامنے آ چکے ہیں۔ دریں اثناء عالمی ادارہ صحت کے صدر ٹیڈروس ایڈنوم گیبریاس پہلے ہی اس کے دوسرے ممالک میں پھیلنے کا امکان ظاہر کر چکے ہیں۔

اومیکرون کے ضمن میں اگر بات ہمارے دیش کی کریں تو ملک میں بھی اومیکرون کے کئی معاملے آئے ہیں اور دن بدن اس میں اضافے ہو رہے ہیں، جس کی وجہ سے ملک کی کئی ریاستوں میں نائٹ کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے، مگر صرف کرفیو لگانا مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے طبی اور سماجی حکمت عملک بھی اختیار کرنی پڑے گی، ایسا نہ ہو کہ کرونا لہر کی اندیکھی ہو جائے اور ملک کے عام باشندے موت کی چنگل میں پھنس جائیں۔

ADMISSION OPEN

Session:.2021-22

DARUL ULOOM SONIHAR

Vill+P.o-Sonihar,Distt-Khagaria(Bihar)848201

Course-0 :	PLAY COURSE(Duration-1Year)
Course-1 :	QAIDA COURSE+BASIC SCHOOL(Duration-1Year)
Course-2 :	NAAZRA COURSE+SCHOOL(UP TO CLASS 5) (Duration-1Year)
Course-3 :	HIFZ COURSE+SCHOOL (UPTOCLASS 8) (Duration-3Years)
Course-4 :	DAURA-E-QURAN COURSE (Duratin-1Year)
Course-5 :	COMPETETION SPECIAL COURSE (UP TOCLASS 10) (Duration-2Years)
Course-6 :	COMPUTER COURSE (Duration-3Years)
Founder :	Qari Abu Jafar Rahmani Sb & Maulana Abu Saud Qasmi Sb

یہاں دارالاقامہ کے ساتھ طعام کا عمدہ نظم ہے نیز ماہر اساتذہ کی نگرانی میں حفظ قرآن مجید کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم ہوتی ہے، داخلہ کے خواہش مند طلبہ 9631640584/7033784709 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

بقیات

بقیہ صفحہ اول

ایک جائزہ کے مطابق دنیا کے تقریبا پنچانوے فی صد لوگ ٹال مٹول اور تاخیر والے رویہ کے شکار ہیں، یہ ایک ایسی عادت ہے جس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے، ہمیں اس مرض سے ہر حال میں نجات پانا چاہیے، نجات پانے کے طریقوں پر اوپر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک طریقہ فرانسکو سیریلو نے پیش کیا ہے، اس کا اصطلاحی نام پروفیشنل پوموڈورو ہے، پوموڈورو اطالوی زبان میں ٹماٹر کے معنی میں آتا ہے، چونکہ سیریلو نے پہلے اسے ٹماٹر سے ملتی جلتی گھڑی کے طور پر پیش کیا تھا، اس لیے اس کا نام پوموڈورو رکھا گیا، اس فارمولے کے مطابق تاخیر اور ٹال مٹول کی عادت کو چار مرحلوں میں دور کیا جا سکتا ہے، پہلے ایک کام طے کیجئے، پچیس منٹ تک مسلسل اس کام کو کرتے رہیے۔ پچیس منٹ کے بعد پانچ منٹ آرام فرمائیے، اس طرح چار پوموڈورو مکمل کر کے تیس منٹ کا وقفہ لیجئے، لیکن ضروری ہے کہ پچیس، پچیس منٹ کا جو وقت آپ نے طے کیا ہے اس میں کوئی دوسرا کام نہ کریں حتی کہ فون کا استعمال بھی نہ کریں، تب ٹال مٹول کی عادت آپ کی جاتی رہے گی۔

جہاں تک مسلمانوں کا معاملہ ہے اسے وقت کی پابندی کے ساتھ نماز کا حکم دیا گیا ہے، ٹال مٹول کرنے والے اگر وقت کی پابندی کے ساتھ باجماعت نماز کا اہتمام کرنے لگیں اور اسے اپنی عملی زندگی میں داخل کر لیں تو کبھی نہ لیٹ ہوں گے اور نہ ہی ٹال مٹول کا مزاج بنے گا، نماز کی پابندی تکبیر اولی اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی تاخیر کرنے والوں کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے، نماز کی پابندی عبادت ہی نہیں ہمیں تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرنے کا سبق بھی دیتی ہے، کاش میری قوم اسے سمجھ پاتی۔

بقیہ: یادوں کے چراغ

آکسیجن لگے رہنے اور آئی سی یو میں داخل ہونے کے باوجود ان کی خواہش نقیب کے تازہ شمارہ کو پڑھنے کی تھی، جس کی اجازت ڈاکٹروں نے نہیں دی، نقیب بارہ صفحات پر آتا تھا، اسے سولہ صفحات کا کیا، خود حضرت ایک زمانہ میں نقیب کے مدیر رہ چکے تھے اور اصغر امام فلسفی کے دور میں نقیب کا کام حضرت کے ذمہ رہا، جناب شاہد رام نگری کے دور میں ان کو ضروری مشورے دیا کرتے تھے، بلکہ اداریوں پر اکثر و بیشتر عنوان حضرت ہی کے منتخب کردہ ہوتے تھے۔

امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ پورے ہندستان؛ بلکہ عالم اسلام میں بھی اپنی ملی تعلیمی، سماجی اور سیاسی خدمات کی وجہ سے خاص شناخت رکھتے تھے، جرأت کردار، استقامت علی الحق اور ملت کی سربلندی کے لئے ہردم سرگرم عمل رہنے والی اس عظیم شخصیت نے اپنی خدمات کے گہرے اور ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلم مجلس مشاورت، امارت شرعیہ، رحمانی تھرٹی، رحمانی فاؤنڈیشن، خانقاہ رحمانی، جامعہ رحمانی مونگیر، ودھان پریشد کی ممبری اور اس کے نائب صدر ہونے کی حیثیت سے آپ کی خدمات وقیع بھی ہیں اور وسیع بھی، جس کام کو ہاتھ میں لیا، پورا کر کے چھوڑا، پریشانیاں آئیں، طوفان اٹھے، موجوں نے سمت سفر کو بدلنا چاہا؛ لیکن حضرت صاحب کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی، جان کو خطرہ لاحق ہوا، زندگی میں غم والم کے مراحل آئے، بیماریاں اور جسمانی اعذار کی وجہ سے مہینوں صاحب فراش رہنا پڑا؛ لیکن ہر حال میں ملت کی فکر دامن گیر رہی، معاشرہ کی اصلاح کی جدوجہد جاری رہی، پرسنل لا بورڈ پر ہونے والے ہر حملے کا منہ توڑ جواب دیا، جسٹس کاٹجو نے اپنے فیصلے کی اصلاح کی، حکومت اور سرکاری عہدیداروں کو آر ٹی ای، وقف ایکٹ، ڈائرکٹ ٹیکسز کوڈ جیسے موضوعات پر گھٹنے ٹیکنے پڑے، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے صد سالہ اجلاس میں وزیر اعلیٰ کی بہار میں قانون وانتظام کی بگڑتی صورت حال پر سخت تنبیہ کی، حضرت نے ثابت کر دیا کہ قوت مڑ جانے کا نام نہیں، موڑ دینے کا نام ہے، انہوں نے اقبال کے مرد مومن کی صفت ”زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ ستیز“ پر عمل کر کے ملت کے لئے عمدہ مثال پیش کی، جب لوگ ”چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“ کے نعرے بلند کر رہے تھے، حضرت مولانا نے ملت کے مفاد میں طوفان کے رخ موڑنے کی مسلسل، مربوط اور منظم جدوجہد جاری رکھی۔ پورے ہندستان نے ان امور میں آپ کی جرأت وعزیمت کا لوہا مانا۔ آپ کے پانچ سالہ دور امارت میں امارت شرعیہ نے ہر اعتبار سے ترقی کے نئے رکارڈ قائم کیے۔

اللہ رب العزت کو جس انسان سے جو کام لینا ہوتا ہے، اس کے لئے قدرت وصلاحیت، طاقت واستقامت اور رجال کار بھی فراہم کرتا ہے، ملک وملت کی ہر دور میں یہی تاریخ رہی ہے۔ حضرت مولانا کو بھی اللہ تعالی نے موثر گفتگو، بے مثال خطابت، لاجواب نثر نگاری کی صلاحیت سے مالا مال کیا تھا، ان کی گفتگو مدلل، تحریر باوزن، اور تقریر ”ان من البیان لسحرا“ کی تصویر ہوتی تھی، سنتے رہئے اور سر دھنتے رہئے ، قوت سماعت بھی لطف اندوز اور قوت عمل بھی متحرک اور بیدار اور ان سب کے ساتھ تصوف وتزکیہ کے ماہر اور حسن کردار کا مظہر جس کی وجہ سے لوگوں پر خاص اثر اور کیف طاری ہوتا تھا، اور لاکھوں کا مجمع آپ کی گفتگو سننے اور آپ کی ایک جھلک پانے کے لئے بے چین رہتا تھا ۲۹/نومبر ۲۰۱۵ کو التمش ملیہ کالج زیرو مائل ارریہ میں منعقد اجلاس عام کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس میں محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے تین لاکھ سے زائد لوگ سرد موسم میں آپ کی تقریر سننے کے لئے دیر رات تک جمے رہے اور ہلنے کا نام نہیں لیا۔ ایسی ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت کا اٹھ جانا علمی، ملی، تعلیمی سیاسی اور سماجی اعتبار سے بڑا خسارہ ہے۔

بقیہ: عیسوی کلینڈر کا نیا ماہ وسال

بہت سارے بے راہ رو نوجوان اس رات موسیقی اور شراب وکباب کا استعمال کریں گے۔ متعدد شہروں میں اردو زبان و ادب کی ترویج واشاعت کے نام پر مشاعرے کیے جائیں گے، قوالی کی محفلیں منعقد کر کے باہم مقابلہ آرائی کی جائے گی۔ کالجز اور یونیورسٹیز کے لڑکے اور لڑکیاں دسمبر کی شب کو ہوٹلوں اور شاہراہوں پر رنگ رلیاں کرتے ہوئے دیکھائی دیں گے، سوال یہ ہے کہ ہماری زندگی سے ایک سال کی اور کمی ہو جائے گی اور ہم موت سے مزید قریب ہو جائیں گے پھر یہ جشن کیسا؟ یہ خوش کیسی؟ ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ہم پٹاخے داغ کر دوسروں کو کس قدر نقصان پہنچاتے ہیں، بوڑھے اور دائمی مریضوں کے سکون کو کس طرح غارت کرتے ہیں، ساتھ ہی فضائی آلودگی میں اضافہ کر کے ماحول کو پراگندہ اور تعفن زدہ کرتے ہیں، جس سے نہ جانے کتنی قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲/۲۰۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ چمپا نگر بھاگلپور)

نور النساء بنت محمد فیاض انصاری مقام ساہو پاڑہ، ڈاکخانہ سلہن، ضلع بھاگلپور۔ فریق اول

بنام

محمد رئیس انصاری ولد مدی انصاری مقام نرتھو، ڈاکخانہ پلولا، ضلع امروہہ (یوپی)۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ چمپا نگر بھاگلپور میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۳؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۲۲ء روز جمعرات بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۵/۲۰۱/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ چمپا نگر بھاگلپور)

سعدیہ خاتون بنت محمد آفتاب انصاری مقام بندو مودی لین حسین آباد وارڈ نمبر ۴۴، ڈاکخانہ مرجان ہاٹ ضلع بھاگلپور۔ فریق اول

بنام

محمد شہباز ولد محمد افروز مقام مغل پورہ ڈاکخانہ مرجان ہاٹ ضلع بھاگلپور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ چمپا نگر بھاگلپور میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۶؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۰؍جنوری ۲۰۲۲ء روز اتوار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۱/۴۲/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ جہان آباد)

پروین خاتون عرف صابرین خاتون بنت محمد جمعدار انصاری مقام پرساری انگلش وارڈ نمبر ۱۱، ڈاکخانہ پرساری انگلش ضلع ارول۔ فریق اول

بنام

محمد قیوم عرف چھوٹو ولد محمد امین مرحوم مقام عمر کالونی بابا نگر چندئین گٹا بنڈی گوڑا، تلنگانہ حیدرآباد۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ جہان آباد میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۳؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۲۲ء روز جمعرات بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۷/۱۸۹۰/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ جوگبنی ارریہ)

چاندنی خاتون بنت عبدالرزاق مقام بھاگ کہلیہ ڈاکخانہ فاربس گنج ضلع ارریہ۔ فریق اول

بنام

محمد مشتاق ولد محمد اسلام مقام سلی گوڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ محمودیہ جوگبنی ضلع ارریہ میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۳؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۲۲ء روز جمعرات بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

صحت مند زندگی کے لئے ناشتہ ضروری

ڈاکٹر رانا لیاقت

مثال ہے کہ یک لقمہ صباحی، بہتر از مرغ و ماہی یعنی صبح کا ایک لقمہ دن بھر کئی مرغیاں اور مچھلیاں کھانے سے بہتر ہے ۔جو لوگ اناج سے بنی غذائیں استعمال کرتے ہیں ان میں امراض قلب کا خطرہ کم ہو جاتا ہے ماہرینِ صحت اس بات پر متفق ہیں کہ ناشتے میں کاربوہائیڈریٹس اور فائبر والی غذاؤں کا استعمال زیادہ ہونا چاہئے ۔صبح کا ناشتہ رات کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد کھایا جانے والا دن کا پہلا کھانا ہے ۔انگریزی میں اس کو "بریک فاسٹ" یعنی پچھلی رات کا فاقہ توڑنا کہا جاتا ہے ۔یہ بات مشہور ہے کہ صبح کا ناشتہ سارے دن کی خوراک میں سب سے اہم ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ناشتہ اس قدر اہم کیوں ہے؟ تو اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ خوراک دراصل ہمارے جسم کا ایندھن ہے جس سے ہمارا جسم توانائی حاصل کرتا ہے ۔صبح ناشتہ کرنے سے ہمارے جسم کا میٹابولزم بڑھ جاتا ہے جس کے باعث نیند کے دوران کیلوریز جلنے کا سست پڑ جانے والا عمل تیز ہو جاتا ہے اور ہم تازہ دم ہو کر اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔عام یا روایتی ناشتے کے مینیوز مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں ردوبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔

صبح کا ناشتہ کرنے کی روایت قدیم زمانے سے موجود ہے ۔قدیم مصر میں کسان روزانہ صبح کا ناشتہ کرتے تھے ۔یہ ناشتہ عموماً گندم کی روٹی، سوپ، پیاز، بیئر وغیرہ پر مشتمل ہوتا تھا جبکہ یونانی ادب میں سوپ میں ارسٹن کا بے شمار ذکر ملتا ہے ۔یہ طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد لیا جاتا تھا۔ابتداء میں اس کھانے کو دن کی شروعات میں استعمال کیا جاتا تھا لیکن بعد میں ارسٹن کو دوپہر کے قریب کھایا جانے لگا اور صبح کے وقت نیا کھانا تعارف کروا دیا گیا ۔یونان میں عام طور پر اکرائیز مانامی کھانا صبح اُٹھنے کے فوراً بعد کھایا جاتا تھا۔اکرائیز ماشراب میں ڈوبی ہوئی جو کی روٹی پر مشتمل ہوتا تھا جس میں کبھی کبھار انجیر یا زیتون کو بھی شامل کر دیا جاتا تھا۔قدیم رومی جو ناشتہ کرتے تھے اس کو جینٹا کولم کہتے تھے یہ عام طور پر روٹی، پنیر، زیتون، سلاد، گری دار میوے، کشمش اور گوشت پر مشتمل ہوتا تھا۔اس کے ساتھ وہ شہد اور خوشبودار مصالحوں پر مشتمل مشروبات بھی پیتے تھے جبکہ رومن سپاہی ناشتے کیلئے دلیہ، جو اور بھنی ہوئی گندم پکا کر کھاتے تھے ۔قرونِ وسطیٰ 500-1500ء میں یورپ میں ناشتے کو عام طور پر اہم کھانا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قرونِ وسطیٰ میں ابتدائی طور پر اس کا عملی طور پر وجود نہیں تھا۔ روزانہ رسمی طور پر صرف دو کھانے کھائے جاتے تھے۔ ایک دوپہر کے وقت اور دوسرا شام کو۔قرونِ وسطیٰ میں دو کھانوں کا نظام جاری رہا۔بعض اوقات اور بعض جگہوں پر صبح کا ناشتہ صرف بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور کام کرنے والوں کو دیا جاتا تھا۔کسی اور انسان کو ناشتہ نہیں دیا جاتا تھا کیونکہ ناشتہ کھانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی غریب تھا، کم درجے کا کسان یا مزدور تھا جسے واقعی اپنی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے توانائی کی ضرورت تھی یا وہ بہت کمزور تھا اور دوپہر کے کھانے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔تیرہویں صدی میں ناشتے کا رواج شروع ہوا اور ناشتے میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور پنیر ہوتا تھا لیکن اس میں گوشت شامل نہیں ہوتا تھا۔مشروب کے طور پر بیئر کا استعمال ہو سکتا تھا۔پندرہویں صدی میں مغربی یورپ میں ناشتے میں گوشت کو بھی شامل کر لیا گیا۔اس وقت تک ناشتے میں زیادہ تر بزرگ ہی شامل ہوتے تھے ۔رفتہ رفتہ سولہویں صدی تک ناشتے کا رواج عام ہو گیا۔سولہویں صدی میں یورپی غذا میں کیفین والے مشروبات یعنی چائے اور کافی کا ناشتے میں اضافہ ہو گیا۔پندرہویں صدی کے بعد ناشتے کو جدید ناشتہ کہا جاتا ہے ۔روایتی طور پر افریقہ کے کھانوں میں مقامی طور پر دستیاب پھلوں، اناج اور سبزیوں کے ساتھ ساتھ دودفعہ اور گوشت کی مصنوعات کو ناشتے میں شامل کیا جاتا ہے ۔مصری ناشتے میں روٹی، پنیر، انڈے، مکھن، دہی، کریم استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح جاپان میں سوپ اور چاول کا دلیہ ناشتے میں عام ہے ۔سولہویں صدی میں اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ صبح کا ناشتہ ایک اہم کھانا ہے۔مثال کے طور پر 1551ء میں تھامس ونگ فیلڈ نے کہا کہ ناشتہ ضروری ہے ۔1589ء میں تھامس کوکن نے کہا کہ صبح کا ناشتہ چھوڑنا غیر صحت بخش ہے ۔وہ سب سے پہلے دعویٰ کرنے والوں میں سے ایک تھا کہ جو جوان، بیمار یا بوڑھے نہیں تھے ان کیلئے بھی ناشتہ کرنا صحت مند ہے۔

ناشتہ نہ کرنے کے کافی نقصانات ہیں۔مثلاً ناشتہ نہ کرنے والوں کو دل کے دورے اور امراض قلب کا خطرہ 27 فیصد تک بڑھنے کا امکان ہے کیونکہ ناشتہ چھوڑ دینے سے جسم میں اضافی تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے ۔لہٰذا ناشتہ کرنے سے انسان دل کے مہلک امراض سے بچ جاتا ہے ۔ایک تحقیق کے مطابق ناشتہ نہ کرنے سے انسان کی دماغی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں اور خاص طور پر یادداشت متاثر ہوتی ہے اور بچے اس سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

ناشتہ نہ کرنے والوں کے کولیسٹرول پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے اور کولیسٹرول کا لیول بڑھ جاتا ہے ۔ناشتہ نہ کرنے والوں میں ذیابیطس کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے ۔خاص طور پر عورتوں میں ذیابیطس ٹائپ ٹو ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے ۔صبح ناشتہ کرنا وزن بڑھنے سے روکتا ہے یعنی موٹاپا طاری ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

ناشتے کے بارے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں کون کون سی غذائیں استعمال کی جائیں۔اس بارے میں ماہرین کی مختلف رائے ہیں۔لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ ناشتہ میں کاربوہائیڈریٹس اور فائبر والی غذاؤں کا استعمال زیادہ ہونا چاہیے۔آیئے دیکھیں کہ ناشتے میں کون کون سی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہئے اور ان سے کون سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ماہرین کے مطابق کاربوہائیڈریٹس، فائبر اور پروٹین پر مشتمل مندرجہ ذیل اشیاء ناشتے میں استعمال کرنے کیلئے بہترین ہیں۔

دہی کئی صدیوں سے ہمارے ناشتے کا اہم ترین جزو رہا ہے اور پنجاب کے باسیوں کی مرغوب غذا ناشتے میں دہی، اور لسی ہے ۔دہی اور لسی میں کیلشیم کی کافی مقدار پائی جاتی ہے اس کے ساتھ پروٹین اور چکنائی بھی ہوتی ہے ۔یہ تمام اجزاء انسانی صحت کیلئے نہایت اہم ہیں۔اگر آپ وزن کم کرنا چاہتے ہیں تو گریپ فروٹ کو ناشتے میں شامل کر رکھیں، اسے آپ دہی کے ساتھ ملا کر استعمال کر سکتے ہیں۔گریپ فروٹ میں چربی پگھلانے والے اجزاء شامل ہوتے ہیں مزید برآں یہ خون میں شکر کی مقدار کو بھی کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ناشتے میں اناج کی بنی ہوئی اشیاء ضرور شامل کرنی چاہئیں کیونکہ اناج وٹامنز، معدنیات، فائبرز اور کاربوہائیڈریٹس اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتے ہیں۔یعنی اناج انسانی صحت کیلئے ایک خزانے کی مانند ہیں۔یاد رکھیں جو لوگ خالص اناج سے بنی ہوئی غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں ان میں دل کے امراض کا خطرہ کم ہو جاتا ہے ۔جو لوگ ناشتے میں اناج، براؤن چاول، مکئی، دلیہ اور جو کا استعمال کرتے ہیں وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔مثلاً ہڈیوں کی بیماریاں، بلڈ پریشر اور پیٹ کی بہت سی بیماریوں کے ساتھ ساتھ ذیابیطس کا خطرہ بھی کم ہو جاتا ہے۔

راشد العزیری ندوی

شادی میں بھی شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی ضرورت: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

گذشتہ ۲۴؍جون ۲۰۲۱ءکو ابوظہبی (یو اے ای) شؤون دعوۃ والارشاد کے اہم رکن حضرت مولانا نعمت اللہ ادریس ندوی حفظہ اللہ کے صاحب زادہ مصعب نعمت اللہ لکچرر ابوظہبی یونیورسٹی کا نکاح مسجد مقری، چندوارہ مظفر پور میں بعد نماز مغرب ہوا، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے نکاح پڑھایا، نکاح سے قبل انہوں نے شریعت میں نکاح کی اہمیت، میاں بیوی کے حقوق اور شادی میں بھی شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیا، اور فرمایا کہ شادی کی تقریب کو سادگی سے انجام دیجئے، انہوں نے حضرت مولانا نعمت اللہ ادریس ندوی کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے اس سادگی کے ساتھ نکاح کی تقریب منعقد کرنے سے بہت سارے لوگوں کو تحریک ملے گی اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو آسان نکاح کی مہم چھیڑ رکھی ہے اس مہم کو تقویت نصیب ہوگی، مسجد میں علماء کرام کی بھی بڑی تعداد موجود تھی، جن میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مؤقر استاذ مولانا محمد مستقیم ندوی، جامعہ فاطمہ للبنات مظفر پور کے بانی مولانا بدیع الزماں ندوی کی شرکت خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

دہلی میں 'ایلو الرٹ'' نافذ، سخت ہوں گی پابندیاں

دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کجریوال نے منگل کو اعلان کیا کہ شہر میں کورونا کے بڑھتے معاملے کے پیش نظر کورونا پابندیوں کو مزید سخت کر دیا جائے گا۔وزیر اعلیٰ نے کہا کہ جولائی میں ہم نے GRAP بنایا تھا۔تاکہ سائنٹفک طریقے سے پابندیاں لگا سکیں۔ایلو الرٹ نافذ ہوگا اس لئے پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ساتھ ہی وزیر اعلیٰ کجریوال نے کہا کہ کورونا سے ڈرنے کی بات نہیں ہے۔کورونا کے نئے ویریئنٹ اومیکرون کے مریضوں کو آئی سی یو یا وینٹی لیٹر یا آکسیجن بیڈس کی ضرورت نہیں پڑی ہے۔تو فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔اس بار کورونا وائرس سے نمٹنے کے لئے 10 گنا زیادہ تیار ہے۔بازار اور مال میں بھیڑ کی تصویریں آ رہی ہیں کہ لوگوں نے ماسک نہیں پہنا ہے۔اب ایسی تصویریں نہ آئیں جو مارکیٹ میں بھیڑ زیادہ ہو۔لوگ ماسک نہیں پہن رہے ورنہ بازار بند کرنے پڑیں گے اور اس سے مالی پریشانی ہوگی۔'ایلو' الرٹ تب جاری کیا جاتا ہے جب کووڈ انفیکشن کی شرح مسلسل دو دنوں تک 0.5 فیصد سے زیادہ رہتی ہے۔اس میں رات میں کرفیو لگانا۔اسکولوں اور کالجوں کو بند کرنا وغیرہ شامل ہے۔

دہلی بار کونسل نے ہائی کورٹ میں ججوں کے خالی عہدے پر کرنے کا کیا مطالبہ

دہلی بار کونسل کے وائس چیئرمین ایڈوکیٹ حمال اختر نے دہلی ہائی کورٹ میں ججوں کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لیئے چیف جسٹس آف انڈیا کو مکتوب ارسال کیا ہے۔چیف جسٹس کو ارسال کردہ مکتوب میں دہلی ہائی کورٹ میں ججوں کی خالی اسامیوں کو لیکر تشویش ظاہر کی گئی ہے۔دہلی بار کونسل کے وائس چیئرمین حمال اختر نے چیف جسٹس آف انڈیا کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ دہلی ہائی کورٹ میں اس وقت 90,989 کیس پینڈنگ ہیں جبکہ دہلی میں اس وقت آبادی تین کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے ۔ایڈوکیٹ حمال اختر نے آگے لکھا کہ دہلی ہائی کورٹ میں ججوں کے کل 60 عہدے ہیں جن میں سے 31 عہدوں پر جج صاحبان کام کر رہے ہیں جبکہ باقی 29 عہدے خالی ہیں۔یہ اعداد وشمار 2020 تک ہیں۔انہوں نے آگے کہا کہ دہلی کی بڑھتی آبادی کے مقابلے ہائی کورٹ میں ججوں کی موجودہ تعداد کیسوں کے پینڈنگ ہونے کی بنیادی وجہ ہے اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اپیلوں کو لسٹ پر آنے میں دس دس سال کا طویل عرصہ لگ رہا ہے جو ہم سب کے لیئے لمحہ فکریہ ہے۔

بچوں کی ٹیکہ کاری کے لیے علاحدہ انتظامات کرنے کی ہدایات

صحت اور خاندانی بہبود کی مرکزی وزارت نے بچوں کے ٹیکے لگانے کے لیے الگ سے منصوبہ بنانے پر زور دیا اور کہا کہ اس کے لیے الگ ٹیمیں اور مراکز بنائے جانے چاہیے ۔مرکزی وزارت صحت اور خاندانی بہبود کے سکریٹری راجیش بھوشن نے تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے سکریٹریوں کے ساتھ ایک آن لائن جائزہ میٹنگ میں کہا کہ ٹیکہ کاری میں کسی طرح کی کوئی بھرم کی صورتحال نہیں ہونی چاہئے ۔ملک میں 15 سے 18 سال کی عمر کے افراد کی آبادی سات کروڑ 40 لاکھ 57 ہزار اور سنگین امراض میں مبتلا بزرگ شہریوں کی تعداد دو کروڑ 75 لاکھ 14 ہزار ہے۔اس کا رجسٹریشن کوون ایپ پر پر کیا جائے گا اور ویکسینیشن سنٹر میں بھی رجسٹریشن کروائی جا سکتی ہے ۔انہوں نے کہا کہ اس عمر کے گروپ کے لیے علاحدہ وقف ویکسینیشن سنٹر قائم کیا جانا چاہیے۔ان کے لیے الگ الگ ویکسینیشن ٹیمیں اور الگ قطاریں ہوں گی ۔میٹنگ میں بتایا گیا کہ بچوں کو صرف' کوویکسن 'ویکسین دی جائے گی۔کوویکسن کی اضافی ڈوز تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو بھیجی جا رہی ہیں۔بچوں کے لیے الگ کیٹگری بنائی گئی ہے۔بچوں کی دوسری ویکسینیشن 28 دن کے بعد ہوگی۔بچوں کے ویکسینیشن کا عمل وہی ہوگا جو بالغوں کے لیے نافذ کی گئی۔

Volume:62/72,Issue:01 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

میں نے تالے سے سیکھا ہے ساتھ نبھانے کا ہنر
وہ ٹوٹ گیا مگر اس نے چابھی نہیں بدلی (نامعلوم)

یوپی اسمبلی انتخابات میں

موروثی سیاست کی آزمائش

شاہد زبیری

مغربی یوپی کے جاٹ اور مسلم کسانوں کو اگر کسی نے ان کی سیاسی طاقت کا احساس کرایا تھا تو وہ تھے پرانے کانگریسی لیڈر آنجہانی چودھری چرن سنگھ، جنہوں نے ہی خطے کے جاٹ اور مسلم کسانوں کو اقتدار کا چسکا لگایا تھا اور خود بھی ان کے بل پر وزیر اعلیٰ سے نائب وزیر اعظم اور پھر وزیر اعظم کی کرسی تک پہنچے تھے۔ لہلہاتے کھیتوں کی فصل سے انہوں نے ووٹوں کی فصلیں کاٹی تھیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور ملک کی معیشت پر ان کی گہری نظر تھی۔ کٹر آریہ سماجی تھے وہ فارمر (کسان) ہی نہیں ریفارمر (مصلح) بھی تھے، اسی لئے خطے میں لوگ ان کو بڑے چودھری صاحب کے نام سے پکارتے تھے اور انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ ایک منجھے ہوئے سیاستداں تھے اور کسانوں کے مسیحا سمجھے جاتے تھے۔ عمر کا ایک بڑا حصّہ کانگریس میں گزارنے کے بعد انہوں نے 1967 میں جب یوپی میں کانگریس دولخت ہوئی تو پہلی مرتبہ یوپی کے وزیر اعلیٰ کی کرسی سنبھالی دو سال بعد 1969 میں یوپی اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو ان کی قائم کردہ بھارتیہ لوکدل پارٹی نے 98 سیٹوں پر اپنے بل بوتے پر قبضہ کیا اور ملک میں اپنی سیاسی دھاک جمائی اور دوسری مرتبہ پھر سے وزیر اعلیٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔ ایمرجنسی کے بعد اندرا گاندھی کیخلاف چلی لہر میں جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی تو مرارجی ڈیسائی وزیر اعظم اور چودھری چرن سنگھ نائب وزیر اعظم بنے اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ وہ ملک کے پانچویں وزیر اعظم کے منصب سے سرفراز ہوئے گرچہ اس کی مدّت کار کم تھی لیکن انہوں نے جو سیاسی سفر شروع کیا تھا اس کی بلندی تک وہ پہنچنے میں کامیاب رہے۔ چودھری چرن سنگھ کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ مغربی یوپی میں جس پر ہاتھ رکھ دیتے تھے وہ امیدوار کامیاب ہو جاتا تھا۔ وہ سیاست کے گرو تھے اور لیڈر بنانے میں شہرت رکھتے تھے۔ ملائم سنگھ یادو سمیت یوپی کو انہوں نے کئی لیڈر دیے ہیں، کہنے کو تو انہوں نے مغربی یوپی کے جاٹ اور مسلم کسانوں کے ایشوز پر سیاست کی لیکن یہ حقیقت ہے کہ ملک کی سیاست میں کسانوں کو مقام دلانے میں ان کا بڑا ہاتھ رہا۔ آج بھی کسان ان کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے بعد ان کی سیاسی وراثت ان کے بیٹے چودھری اجیت سنگھ کے ہاتھوں میں منتقل ہوگئی جو امریکہ سے کمپیوٹر انجینئرنگ کر کے لوٹے تھے لیکن سیاست کی انجینئرنگ کے گُر بھی انہوں نے جلد سیکھ لئے، ان کی سیاست کی بنیاد بھی جاٹ اور مسلم کسان ہی تھے جس کے سہارے وہ اقتدار کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچے اور کابینہ درجہ کے وزیر رہے، لیکن وہ سیاست میں کسی ایک لگے بندھے اصول اور کسی خاص نظریہ کی بیڑیوں سے آزاد رہے۔ انہوں نے سیاست کو سیاست کی طرح دیکھا اور استعمال کیا۔ وہ وی پی سنگھ، نرسمہا راؤ اور اٹل بہاری کے دور میں کیبنٹ میں مرکزی وزیر رہے بعد میں 2009 میں کانگریس سرکار میں بھی وہ مرکزی وزیر تھے۔ جب چودھری چرن سنگھ کی موت ہوئی تو یوپی اسمبلی میں لوکدل کی 87 سیٹیں تھیں۔ ان کی وفات کے بعد لوکدل تقسیم ہوگیا اور چودھری چرن سنگھ کے سیاسی شاگرد ملائم سنگھ یادو اور چودھری چرن سنگھ کے سیاسی جانشین چودھری اجیت سنگھ میں ٹھن گئی۔ چودھری اجیت سنگھ نے لوکدل (اے) کے نام سے اپنی پارٹی بنائی اور یوپی میں ان کی قیادت میں راشٹریہ لوکدل نے 2002 میں سب سے زیادہ 16 سیٹوں پر قبضہ کیا۔ 2012 میں کانگریس کے ساتھ یوپی اسمبلی کا انتخاب لڑا تو ان کو صرف 9 سیٹیں ملیں۔ 2009 میں چودھری اجیت سنگھ نے بی جے پی کے ساتھ پارلیمنٹ کا انتخاب لڑا تھا جس میں ان کو 5 سیٹوں پر کامیابی ملی تھی۔ چودھری اجیت سنگھ کو 2014 کے پارلیمانی الیکشن میں شدید دھچکا لگا۔ لوکدل کا کھاتہ بھی نہیں کھلا۔ وہ خود اور ان کے بیٹے جینت چودھری اپنے گڑھ میں اپنی سیٹ بچا نہیں پائے۔ چھوٹے چودھری کے نام سے مشہور چودھری اجیت سنگھ کی 6 مئی 2021 کو کورونا کے سبب موت ہو گئی۔ چودھری اجیت سنگھ جاتے جاتے اتنا تو کر گئے کسان تحریک جب آزمائش سے دوچار تھی تحریک کی حمایت میں آگے آکر کسانوں کے دل جیت لئے اور مغربی یوپی کے جاٹ اور مسلم کسانوں کی ناراضگی دور کر گئے۔

چھوٹے چودھری کی موت کے بعد لوکدل کی دستار جینت سنگھ کے سر پر رکھی گئی، اس دستار کو جاٹوں کی کھاپ پنچائتوں کے چودھریوں نے ہی سر پر رکھا ہے جس کا اثر دور دور تک گیا کسان تحریک کی وجہ سے مغربی یوپی کے سارے کسان مذہب اور ذات برادری سے اوپر اٹھ کر ایک اسٹیج پر آگئے تھے اور جو خلیج 2013 کے مظفر نگر فساد نے جاٹ کسانوں اور مسلمانوں میں پیدا کر دی تھی وہ اب دور ہوگئی ہے اور خطے کے کسان متحد ہو کر لوکدل کے بینر تلے آگئے ہیں۔ جینت چودھری کی آشیرواد ریلیوں میں آنے والی کسانوں کی بھیڑ کی وجہ یہ ہے کہ سماجوادی پارٹی کے قائد اکھلیش یادو نے جینت چودھری کا ہاتھ تھام لیا۔ میرٹھ کی گزشتہ دنوں 13 دسمبر کی مشترکہ ریلی میں جو عوامی سیلاب دکھائی دیا تھا اگر وہ ووٹوں میں بدل گیا تو کوئی بعید نہیں کہ مغربی یوپی سے بی جے پی کا صفایا ہو جائے مغربی یوپی کی تین کمشنریوں میرٹھ، مرادآباد اور سہارنپور کی کل 71 اسمبلی سیٹوں میں زیادہ تر سیٹوں پر سماجوادی پارٹی اور لوکدل کا پرچم لہرائے۔ یوپی کی مہابھارت کی جنگ کا اصل میدان مغربی یوپی ہے، جہاں بی جے پی کے ساتھ جینت چودھری کے لوکدل اور سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو کی سیاسی بصیرت کا بھی امتحان ہے۔ اصل امتحان جینت چودھری کا ہے یہ انتخاب ان کے سیاسی مستقبل کو طے کرے گا اس خطہ میں لوکدل کی جیت ہی جینت کی راہ ہموار کرے گی لیکن اس کا انحصار اس پر بھی ہے کہ سماجوادی پارٹی کے ساتھ کتنی سیٹوں پر لوکدل کا اتحاد ہوتا ہے۔

جس کسان تحریک سے اس اتحاد کو زیادہ امید تھی وہ تحریک بھی ختم ہوگئی جس کا سب سے زیادہ اثر کسی پر پڑے گا تو وہ لوکدل پر پڑے گا۔ ابھی تک جو منظر نامہ ابھر رہا ہے اس میں کسان لوکدل کے پالے میں نظر آتے ہیں بعض استثنا کے ساتھ۔ بی جے پی کی پوری کوشش ہے کہ کسان اس کے ہندوتوا کے دام میں پھنس جائیں اور ہندو مسلم کا کارڈ چل جائے اس کیلئے وہ اس خطہ میں یونیورسٹیوں سے لیکر ترقیاتی کاموں کے سنگ بنیاد اور افتتاح کا بھی سہارا لے رہی ہے اور خالص سرکاری پروگراموں کو اپنے انتخابی مقاصد کیلئے استعمال کر رہی ہے، اسی لئے اپوزیشن جماعتیں بی جے پی پر سرکاری مشینری کے استعمال کا بھی الزام لگا رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ سماجوادی پارٹی کے لیڈروں کے گھروں اور کاروباری مقامات پر انکم ٹیکس کے چھاپے بھی شروع ہوگئے ہیں جس کے بعد اکھلیش یادو کہہ رہے ہیں کہ ابھی تو انفورسمنٹ ڈپارٹمنٹ (اڈی) اور سی بی آئی بھی اپنا فریضہ انجام دے گی۔ اگر یہ سب کچھ ہوتا ہے اس کا ردِّ عمل کس کے حق میں مفید اور کس کیلئے مضر ہوگا یہ تو وقت بتائے گا۔ بی جے پی کے خلاف بھی اس کا ردِّ عمل ہو سکتا ہے اگر سماجوادی پارٹی عوام کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہی کہ مودی اور یوگی سرکار سیاسی انتقام اور سیاسی ڈر پھیلانے کیلئے یہ ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ اس سیاسی تناظر میں سماجوادی پارٹی سے زیادہ لوکدل کے کیلئے آزمائش ہے۔ سماجوادی پارٹی کے ساتھ لوکدل اس ساری کارروائی سے متاثر ہوگا، اس لئے کہ لوکدل کا اتحاد سماجوادی پاٹی کے ساتھ ہے۔ بی جے پی آخری دم تک مغربی یوپی کے اپنے مضبوط قلعہ کو بچانے کی جی توڑ کوشش کرے گی اور کر رہی ہے۔ باپ دادا کی چودھراہٹ اور وراثت بچانے کی ذمہ داری صرف اور صرف جینت چودھری کے سر پر ہے، وہ کیسے اس کو بچاتے اور اس دستار کی آبرو کیسے سلامت رکھتے ہیں جو کھاپ پنچائتوں کے چودھریوں نے ان کے سر پر رکھی ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس آپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

WEEK ENDING- 03/01/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail :naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna # 9473371988

Scanned with CamScanner